١٠٤٩

بسم الله الرحمن الرحيم

رسولِ اسلام

روایات کی روشنی میں

تالیف

علامہ طباطبائی طاب ثراہ

نامِ کتاب ——— رسول اسلامؐ روایات کی روشنی میں

تالیف ——— علامہ طباطبائی طاب ثراہ

ترجمہ ——— جناب سید ولی الحسن رضوی

ناشر ——— سازمان فرہنگ و ارتباطات اسلامی

ادارۂ ترجمہ واشاعت

سال طبع ——— شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۷ھ

ISBN 964-6177-81-6

فہرست

- عرضِ ناشر ۹
- پیش لفظ ۱۰
- شکل و شمائل ۱۲
- طرزِ حیات ۱۳
- خانگی زندگی ۱۴
- بیرونی زندگی ۱۵
- نشست و برخاست ۱۶
- بزمِ رسولؐ ۱۶
- اصحاب کے ساتھ ۱۶
- پیغمبرؐ کا سکوت ۱۸
- گفتارِ رسولؐ ۱۹
- بعثت کی بنیاد ۱۹

- بندگی و تواضع یا حکومت و بادشاہی ۱۹
- رسولؐ کا زہد و ورع ۲۰
- خشیت الٰہی ۲۱
- نبیؐ کا مثل و نظیر کوئی نہیں ۲۲
- تبسم کا نرالا انداز ۲۳
- جود و کرم ۲۳
- حق کا نفاذ ۲۳
- غضب و رحمت ۲۴
- انکسار و خودداری ۲۴
- حسنِ وضع ۲۵
- پانچ سنتیں ۲۵
- عورتوں کو سلام ۲۶
- بیٹھنے کا طریقہ ۲۶
- مصافحہ کا انداز ۲۷
- خطبہ و نماز ۲۷
- آداب دسترخوان ۲۷

- بہترین شخص ۲۸
- مساواتِ نظر ۲۸
- مزاح کا مقصد ۲۹
- بچوں سے محبت ۳۰
- عفو و بخشش یا انتقام ۳۱
- دوستوں کی فکر ۳۱
- ملازمین کے ساتھ برتاؤ ۳۲
- داد و دہش ۳۳
- نظافت و پاکیزگی ۳۴
- دانتوں کی صفائی ۳۵
- خوشبو لگانا ۳۶
- سفر میں رسولؐ کی سیرت ۳۷
- آدابِ لباس ۳۹
- مکان و مسکن ۴۴
- اہل و عیال کے ساتھ معاشرت ۴۵
- کھانے پینے کے اصول ۴۶

- خلوت کے آداب ________ ۵۲
- صبر و تحمل کا انداز ________ ۵۳
- تشییع جنازہ کا طریقہ ________ ۵۳
- مٹی دینے کا طریقہ ________ ۵۴
- تعزیت و تبریک ________ ۵۵
- وضو کے آداب ________ ۵۵
- غسل کے آدابِ ________ ۵۸
- سنن و آدابِ نماز ________ ۵۹
- قرآن کی تلاوت اور دعا کا طریقہ ________ ٦٦
- روزہ کے آداب و سنن ________ ٦٧

بسمہ تعالیٰ

عرضِ ناشر

کتاب انسانی فکر کی ترسیل اور انسانی تہذیب و ثقافت کے ارتقائی خطوط کو مجسم کرنے میں امتیازی کردار ادا کرتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی فکر انسانی افکار کی ان بلند بام چوٹیوں میں سے ہے جو انسانوں کو اسلامی خصوصیات اور اس کے منابع و مآخذ سے آگاہ کرتی ہے اور اس کے سامنے زندگی کے حقائق کا وسیع تر نظریہ پیش کرتی ہے۔

اس حقیقت کو درک کرنے کے بعد خدائے علیؑ و قدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے ہم نے بھی اپنی استطاعت و بضاعت کے بقدر اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ عظیم اسلام کی خدمت کی توفیق کرامت فرمائے۔ انہ السمیع المجیب

سازمان فرہنگ و ارتباطات اسلامی
ادارۂ ترجمہ و اشاعت

پیش لفظ

خدائے قادر و توانا اور کردگار رحمان و رحیم نے بندوں سے اپنا ربط برقرار کرنے اور انھیں اپنی جانب گامزن کرنے کے لئے اپنے لطف عمیم اور احسان عظیم کے ذریعہ رسالت و نبوت کا سلسلہ قائم کیا اور اعلان فرمایا کہ: "لقد ارسلنا رسلنا ......" ہم نے انبیاء و مرسلین کو اپنے بندوں کی جانب بھیجا ہے مقصد یہ تھا کہ یہ انبیاء کرام بکھرے ہوئے وجودوں کو یکجا کریں انھیں متحد کریں منظم کریں اور عدل و مساوات کی خوشگوار زندگی سے بہرہ ور کریں۔ اسی بنا پر ارشاد فرمایا: لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط (حدید/۲۵)

مرسلین کی آمد کا سلسلہ جب جناب عیسیٰ پر آکر ٹھہرا اور فترت کے ایام شروع ہوئے اور انسانیت یکے بعد دیگرے اپنی ہی خود ساختہ زنجیروں میں گرفتار ہونے لگی۔ انسان کھلی ہوئی گمراہی کا شکار ہوا اور آدمیت کی فریاد بام آسمان کو چھونے لگی تو خدا نے اپنے بندوں کو دائمی لطف سے یوں نوازا کہ اعلان ہوا: هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (جمعہ/۲)

وہ خدا جس نے ام القریٰ کے رہنے والوں میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا، ان کے نفسوں کو پاک کرتا اور انھیں کتاب خدا اور حکمت کی تعلیم دیتا تھا، جبکہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔

یہ رسول عربی وہ تھا جس کی رسالت پوری کائنات پر محیط تھی اور جو انسانوں کو ہر طرح کے مصائب و مشکلات کی زنجیروں سے آزاد کرنے آیا تھا: "و یضع عنھم اصرھم و الاغلال التی کانت علیھم" (اعراف/۱۵۷)

جو کریم تھا، جو رؤف و رحیم تھا، جو طٰہٰ تھا، جو یٰسٓ تھا جو مزمّل و مدثّر تھا۔ جس نے پوری دنیا کو اپنے کردار کے ذریعہ خلق عظیم کا سبق دیا، اور جو خدا کا ایسا حبیب تھا کہ اسے دیکھ کر قدرت نے خود کہا: "لولاک لمّا خلقت الافلاک" اور جس کی سیرت طیبہ رہتی دنیا تک ہر انسان کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔

اس کتاب میں اسی سیرت طیبہ کو روایات و احادیث کے روشن و تابناک آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں جنھیں عصر حاضر کے عظیم مفسر قرآن علامہ طباطبائیؒ نے اپنی تفسیر المیزان میں جمع فرمایا ہے اور ہم یہاں اسے کتابی شکل میں اپنے قارئین کی نذر کر رہے ہیں امید ہے کہ قبول خدا اور خلق خدا قرار پائے۔ خداوند عالم ہم سب کو اس سیرت طیبہ پر چلنے کی اور اس پر گامزن رہنے کی زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

"ادارہ"

پاکیزہ سیرت کے درخشاں پہلو

شکل و شمائل

کتاب معانی الاخبار میں امام حسنؑ سے روایت ہے کہ ہند بن ابی ہالہ مرسل اعظمؐ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: رسولؐ خدا جاذب نظر، عظیم اور باوقار شخصیت کے مالک تھے، آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کے مانند روشن و منور تھا، آپ میانہ قد لوگوں سے بلند لیکن قدآور اشخاص سے پستہ قد تھے آپ کا سر بڑا اور بال ایک حد تک گھنگرالے تھے۔ اگر آپ کے بال بکھر جاتے تھے تو اس میں کنگھی کرتے تھے۔ اگر زلفیں رکھتے تھے تو وہ کان کی لو سے آگے نہیں بڑھتی تھیں، آپ کا رنگ گندمی، پیشانی کشادہ، بھنویں باریک لمبی اور دونوں بھنوؤں کے درمیان فاصلہ تھا۔ بھنوؤں کے بیچ میں ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت خون سے بھر جاتی تھی اور اتنی تابناک تھی کہ اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھے تو یہی سمجھے کہ وہ ناک ہی کا ایک حصہ ہے آپ کی ڈاڑھی گھنی اور بھری ہوئی تھی، رخسار مبارک پر گوشت کم تھا، دہن مبارک معطر اور کشادہ تھا۔ آپ کے دانت موتیوں کی طرح سفید

اور ایک دوسرے سے جدا تھے، آپ کی گردن اتنی خوبصورت تھی جیسے ہرن کی گردن اور اتنی منور تھی گویا چاندی چمک رہی ہو۔ مزاج معتدل تھا اور عضلات گٹھے ہوئے۔ شکم مبارک اور سینہ یکساں تھا۔ دونوں شانوں کے بیچ کا فاصلہ زیادہ تھا، ہڈیوں کے جوڑ ضخیم اور سینہ کشادہ تھا، جسم مبارک بہت ہی خوبصورت اور اعضاء سب سڈول تھے، سینہ سے ناف تک بال کی ایک لکیر تھی اس کے سوا آپ کے سینہ اور شکم مبارک پر کوئی بال نہ تھا لیکن آپ کے ہاتھوں، دونوں شانوں اور سینہ کے اوپری حصہ میں گھنے بال تھے۔ گٹے چوڑے اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔ ہاتھوں اور پیروں کی ہڈیاں سخت تھیں، آپ کا پورا بدن متناسب تھا، ہڈیاں سڈول تھیں اور ان میں کسی قسم کا ابھار یا عیب نہ تھا، ہتھیلیوں اور تلوؤں کی گہرائی عام لوگوں سے زیادہ تھی۔ آپ کے دونوں قدم اتنے چوڑے تھے کہ ان پر پانی ٹھہر جاتا تھا۔ جب قدم اٹھاتے تو ایسا لگتا تھا گویا پاؤں زمین سے جدا کر رہے ہوں۔ آپ سکون کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے پر وقار انداز میں راستہ طے کرتے تھے، قدم تیز تیز اٹھاتے تھے، انداز یہ ہوتا تھا گویا پہاڑ سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں، اور جب کسی طرف ملتفت ہوتے تھے تو پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوتے تھے۔ آنکھیں جھکی ہوئی تھیں نظریں زیادہ تر بجائے آسمان کے زمین کی طرف ہوتی تھیں اور اس قدر تیز اور نفوذ کرنے والی تھیں کہ کسی میں ان سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور آپ جس سے ملتے تھے ہمیشہ سلام میں سبقت فرماتے تھے۔

طرز حیات

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امامؑ سے رسول اکرمؐ کے طرز گفتار کے بارہ میں سوال کیا آپ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیشہ اندوہ گیں اور فکر مند رہتے تھے، انھیں ایک لمحہ کے لئے بھی سکون و آرام نہ تھا بہت ہی کم گو تھے، کبھی بلا ضرورت گفتگو نہیں کرتے تھے، اور جب کچھ کہتے تھے تو شروع سے آخر تک پوری گفتگو فضائے دہن سے ادا کرتے تھے، بات نہایت ہی مختصر، جامع، حشو و زوائد سے خالی اور مقصود تک پہنچانے والی ہوتی تھی، آپ کا خلق مبارک نہایت ہی نرم و شیریں تھا، ان معنوں میں کہ نہ تو اپنی بات سے کسی دوسرے کو دکھ دیتے تھے اور نہ ہی کسی کی اہانت کرتے تھے، آپ ہر نعمت کو عظیم شمار کرتے تھے چاہے وہ کتنی ہی ناچیز کیوں نہ ہو، کبھی کسی نعمت کی برائی نہیں کی خاص طور پر کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے اور نہ ہی اس کے ذائقہ کی تعریف کرتے تھے، دنیا اور اس کی پریشانیاں

آپ کو کبھی غصہ میں مبتلا نہ کر سکیں، لیکن جب کسی کا حق پامال ہوتے دیکھتے تو غصہ کی وہ کیفیت پیدا ہو جاتی کہ آپ کو پہچاننا مشکل ہو جاتا آپ کسی کی پروا نہ کرتے جب تک کہ احقاق حق نہ ہو جاتا۔ اگر کسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے تھے تو پورے کف دست کے ساتھ اور جب کسی بات سے خوش ہوتے تو ہاتھوں کو الٹنا پلٹنا شروع کر دیتے تھے، اور جب بات کرتے تو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے تھے اور جب غصہ کرتے تو چہرۂ مبارک کو پھیر لیتے اور اس صورت میں آنکھیں بھی بند کر لیتے تھے، اور جب ہنستے تھے تو آپ کی ہنسی شیریں تبسم کے انداز میں ہوتی تھی جس سے محض آپ کے سفید دندان مبارک ظاہر ہو پاتے تھے۔

خانگی زندگی

صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں اس کے بعد کی روایت عبد الرحمٰن سے نقل کی ہے کہ امام حسنؑ فرماتے ہیں: میں نے یہ اوصاف رسولؐ ابن ابی ہالہ سے سنے تھے لیکن امام حسینؑ سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا یہاں تک کہ ایک دن میں نے یہ باتیں ان سے بیان کیں تو ایسا محسوس ہوا کہ وہ ان باتوں کو بہتر طور پر جانتے ہیں، میں نے پوچھا کہ تم سے یہ باتیں کس نے بیان کیں؟ امام حسینؑ نے جواب دیا میں نے اپنے بابا امیر المومنین علیہ السلام سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اندرونی و بیرونی زندگی، اٹھنے بیٹھنے کا انداز نیز شکل و شمائل سے متعلق سوال کیا تھا اور انھوں نے بھی اس کے بیان کرنے میں کسی فروگذاشت سے کام نہ لیا۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی (امام حسنؑ) سے بیان کرنا شروع کیا: کہ میں نے اپنے بابا سے رسول خدا صلعم کی خانگی زندگی کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: گھر میں تشریف لے جانا خود آپ کی مرضی پہ منحصر تھا، اور جب گھر میں تشریف لے جاتے تو اپنے خانگی اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے، کچھ وقت عبادت خدا، کچھ وقت اہل و عیال کے ساتھ بسر کرنے کے لئے اور کچھ وقت خود اپنی ذات کے لئے مخصوص کر دیتے اور وہ حصہ بھی جو اپنی ذات کے لئے مخصوص فرماتے، اس میں مکمل طور پر سب سے قطع تعلق نہیں کرتے تھے بلکہ اس کا کچھ حصہ اپنے مخصوص مقربین کے ذریعہ عوام کے امور کی ادائیگی میں صرف کرتے تھے اور ان مخصوص اوقات میں اپنی ذات کے لئے کوئی چیز ذخیرہ نہیں فرماتے تھے، آپ کی سیرت میں یہ بھی شامل تھا کہ آپ اہل فضل و کمال کے ساتھ اپنی عادت کے تحت ایثار فرماتے تھے، آپ ہمیشہ دین میں شرف و مقام کے اعتبار سے ہر شخص کا احترام

کرتے اور اس کی ضرورتوں کو رفع کرتے تھے، چونکہ ان کی ضرورتیں یکساں نہ تھیں بعض ایک حاجت رکھتے تھے بعض دو حاجتیں اور بعض اس سے بھی زیادہ حاجتیں رکھتے تھے، رسول اکرمؐ ان کے ساتھ بیٹھتے اور ان کو ان کے نقائص اور کمزوریاں دور کرنے کی طرف متوجہ اور آمادہ کرتے، ان لوگوں سے ان کے امور کے سلسلہ میں سوالات فرماتے اور ان کو دینی معارف سے آشنا کرتے اور اس ذیل میں جو حدیث بھی بیان کرتے اس کے ساتھ ہی فرما دیتے: کہ اس کو حاضرین و غائبین سب تک پہنچا دینا، نیز آپ فرماتے: جو لوگ کہ مجھ تک پہنچنے سے قاصر ہیں ان کی حاجتیں بھی مجھ سے بیان کرو اور یاد رکھو جو شخص بھی کسی کمزور و ناتواں یا سلطان تک پہنچنے سے قاصر شخص کی حاجت سلطان تک پہنچائے اور پورا کرے خداوند عالم روز قیامت اس کے قدم کو ثابت و استوار کردے گا، آنحضرتؐ کی بزم مبارک میں اسی قسم کی باتوں کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا تھا آپ کسی کو اس کے علاوہ کسی طرح کی بات کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، لوگ آپ کے فیوض و برکات اور علم سے شرفیاب ہونے کے لئے خدمت میں حاضری دیتے تھے اور جب باہر نکلتے تھے تو ان کے قلوب علم و معرفت سے سرشار ہوتے تھے اور خود راہ حق کے متلاشیوں کے لئے دلیل اور رہنما بن جاتے تھے۔

بیرونی زندگی

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بابا امیرالمومنین علیہ السلام سے رسولؐ کی گھر سے باہر کی زندگی کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: رسول اکرمؐ اپنی زبان غیر ضروری باتوں کے لئے نہیں کھولتے تھے اور عوام سے انسیت رکھتے تھے اور انھیں اپنے سے جدا نہیں فرماتے تھے، بزرگ قبیلہ کا احترام کرتے تھے اور متعلقہ قومی امور کی نگرانی اسی کے سپرد کردیتے تھے، ہمیشہ خود کو لئے دیئے اور عوام سے الگ تھلگ رکھتے لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے چہرے بشرے اور اخلاق سے خود کو ان سے جدا بھی محسوس نہ ہونے دیتے ہمیشہ اپنے اصحاب کی فکر اور ان کے حالات کی جستجو میں رہتے اور لوگوں سے دوسروں کا حال دریافت فرماتے رہتے تھے ان کے ہر اچھے عمل کی تعریف و ہمت افزائی اور ہر غلط کام پر سرزنش اور باز پرس کرتے رہتے، ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لیتے کبھی افراط اور کبھی تفریط سے کام نہ لیتے مسلمانوں کی بے توجہی اور بے رہروی کی طرف سے کبھی غافل نہ ہوتے حق کے سلسلہ میں کبھی کوتاہی یا حد سے تجاوز نہ کرتے، اپنے ساتھیوں کے مابین اسی شخص کو بہتر اور نگاہ انتخا

کا مستحق قرار دیتے جو ان میں زیادہ بافضیلت اور مسلمانوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا چنانچہ آپؐ کے نزدیک اسی کا مقام اور رتبہ زیادہ عظیم تھا جو مسلمانوں کا زیادہ پشت پناہ و مددگار ہوتا اور مواسات سے کام لیتا تھا۔

نشست و برخاست

اس کے بعد سید الشہداء صلوات اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بابا سے رسول خداؐ کی نشست و برخاست کے انداز اور کیفیت کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: حضورؐ کی کوئی نشست و برخاست ذکر خدا سے خالی نہیں ہوتی تھی، اور کبھی کسی بزم میں کوئی مخصوص جگہ اپنے لئے انتخاب نہیں کرتے تھے، صدر نشینی سے انکار کرتے تھے، مجالس میں جہاں کہیں جگہ خالی نظر آتی بیٹھ جاتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اسی امر کی تاکید کرتے تھے۔

بزم رسولؐ

بزم میں ہر ایک کا حق اس طور پر ادا کرتے تھے کہ ساتھ میں بیٹھنے والے کو یہ احساس بھی نہ ہوپاتا تھا کہ وہ دوسروں کی بہ نسبت حضرتؐ کے نزدیک زیادہ محترم و مقرب ہے۔ اور جب بھی کوئی شخص آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوتا، آپ اس وقت تک بیٹھے رہتے کہ وہ شخص خود سے اٹھ کر چلا جاتا اور جب بھی کوئی شخص اپنی کوئی حاجت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو واپس نہ ہوتا تھا مگر یہ کہ اس کی حاجت پوری ہو چکی ہو یا یہ کہ آپ کے بیان سے وہ مطمئن اور شادماں ہو گیا ہو آپؐ کا اخلاق اتنا نرم و سادہ تھا کہ لوگوں کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ آپ کو ایک مہربان باپ تصور کریں آپؐ کے نزدیک حق میں سب برابر تھے، آپ کی بزم علم و حیا اور صداقت امانت کی بزم تھی جہاں آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں، لوگوں کے احترامات اور عزت و آبرو کی بے حرمتی نہیں ہوتی تھی اور اگر اتفاق سے کسی سے کوئی لغزش ہو گئی تو آپ اس کی اس طور پر سرزنش کرتے کہ وہ ہمیشہ کے لئے محتاط ہو جائے اور اس عمل کی تکرار نہ کرے آپؐ کے اصحاب سب آپس میں برابر تھے اور ایک دوسرے سے تقوے کے ساتھ پیش آنے کی کوشش کرتے تھے، ایک دوسرے کے تئیں متواضع تھے بزرگوں کا احترام کرتے اور چھوٹوں کے ساتھ مہربان تھے، حاجت مندوں کو خود پر مقدم سمجھتے اور مسافروں کی حفاظت و نگرانی رکھتے تھے۔

اصحاب کے ساتھ - پھر فرمایا میں نے بابا سے پوچھا رسول اکرمؐ کا ہم نشیں اصحاب کی بزم

میں کیا انداز تھا تو آپ نے فرمایا: حضور کا رویہ انور ہمیشہ نرم و بشاش رہتا تھا، سختی، تنگ مزاجی، چیخ و چلاہٹ، بدکلامی، عیب جوئی یا فضول تعریف کرنے والوں میں نہ تھے، جس چیز کے سلسلہ میں طبیعت مائل و راغب نہ ہوتی چہرے سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار نہ ہونے دیتے تھے لہٰذا افراد کچھ بھی پیش کرتے وقت مایوس نہ ہوتے تھے، امیدواروں کو ناامید نہیں کرتے تھے، خود کو ہمیشہ تین چیزوں — بحث و تکرار، زیادہ گفتگو اور بے فائدہ کلام سے محفوظ رکھتے تھے اور عوام کے سلسلہ میں بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے:-

(۱) کبھی کسی کی مذمت و سرزنش نہیں کرتے تھے،

(۲) کبھی ان کے معائب اور لغزشوں کی تلاش میں نہیں رہتے تھے،

(۳) کبھی کسی سے بات نہ کرتے مگر یہ کہ اس میں ثواب کی امید پائی جاتی ہو، اور جس وقت آپؐ زبان کھولتے لوگ اتنی خاموشی سے سر جھکائے آپؐ کی بات سنا کرتے گویا ان کے سروں پر موت سایہ کئے ہوئے ہو اور جب آپؐ خاموش ہو جاتے تو ان میں یارائے گویائی پیدا ہوتا آپ کے سامنے کوئی لڑنے جھگڑنے کی ہمت نہ کرتا تھا، اگر ایک شخص بولتا تو دوسرے لوگ خاموش رہتے یہاں تک کہ وہ اپنی بات پوری کر لیتا، پیغمبر اسلامؐ کے سامنے سب اپنی اپنی باری سے بولتے تھے، اگر آپؐ کے اصحاب کسی بات پر ہنستے تو آپ بھی ان کے ساتھ مسکراتے اور اگر کسی بات پر حیرت و تعجب کا اظہار کرتے تو آپ بھی متحیر و متعجب ہو جاتے اگر کوئی ناآگاہ آنحضرتؐ سے کسی شئے کا طلبگار ہوتا اور اس سلسلہ میں آپ کے ساتھ بے ادبی اور ظلم و تعدی سے کام لیتا تو آپ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے اس حد تک کہ آپؐ کے اصحاب آپ کو اس سے نجات دلانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اس وقت آپ فرماتے تھے: ہمیشہ حاجتمندوں کی مدد و یاری کرو، آپؐ ہرگز کسی کی تعریف و ثنا قبول نہیں کرتے تھے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی احسان کیا ہو، اور کسی کا کلام قطع نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ وہ شرعی حدود سے تجاوز کرنے لگے تو اس صورت میں یا تو اس کو حد سے بڑھنے کا موقع نہ دیتے یا پھر بزم سے اٹھ کر اس کے کلام کو قطع کر دیتے۔

پیغمبرؐ کا سکوت

سید الشہداء صلوات اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے آنحضرتؐ کے سکوت کے بارے میں بابا

سوال کیا تو فرمایا: رسول اسلامؐ کا سکوت چار طرح کا تھا:۔

(۱) حلم (۲) حذر (۳) تقدیر (قدردانی) (۴) تفکر

حلم و صبر میں سکوت ایسا تھا کہ کوئی بھی چیز آپ کو غم و غصہ میں مبتلا کر سکتی تھی نہ ہی پائے استقامت میں لغزش پیدا کر سکتی تھی۔

حذر کی وجہ سے چار مقامات پر سکوت فرماتے تھے:۔

۱۔ ایک تو جہاں آپ کوئی نیک اور پسندیدہ سیرت قائم کرنا چاہتے کہ عوام بھی اس مسئلہ میں آپ کی پیروی کریں۔

۲۔ وہ مواقع جہاں بولنا قبیح ہو اور آپ مقابل کو بھی متوجہ کرنا چاہتے ہوں کہ یہ بولنے کا موقع نہیں ہے۔

۳۔ وہ مواقع جن میں آپ اپنی امت کی بھلائی کے لئے فکر و مطالعہ میں مشغول ہوتے۔

۴۔ وہ مواقع جن میں آپ وہ کام کرنا چاہتے کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں مضمر ہو۔

قدردانی کے تحت سکوت کا مطلب یہ تھا کہ آپ تمام افراد کو ایک ہی نظر سے دیکھنا چاہتے تھے اور ہر ایک کی باتیں ایک ہی انداز میں سننا چاہتے تھے۔

اور تفکر میں سکوت سے مراد آپ کا وہ سکوت تھا جب آپ کیا باقی ہے اور کیا فانی؟ اس مسئلہ پر غور و فکر کیا کرتے تھے (معانی الاخبار۔مطبوعہ: انتشارات اسلامی جلد اول ص ۷۹)

اس روایت کو صاحب مکارم الاخلاق نے محمد بن اسحاق بن ابراھیم طالقانی کی کتاب سے نقل کیا ہے[۱] اور علامہ مجلسی نے اپنی مشہور و معروف کتاب بحار الانوار[۲] میں فرمایا ہے کہ: یہ روایت اخبار مشہورہ میں سے ہے عامہ (اہل سنت) نے بھی اپنی بیشتر کتابوں میں اس کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ اس روایت کے مطالب کی بنیاد پر یا اس کے بعض مضامین کی بنیاد پر بہت سی روایات پیغمبر اسلامؐ کے اصحاب کرام سے نقل ہوئی ہیں۔

۱۔ مکارم الاخلاق طبع اول علمی ص ۱۱

۲۔ بحار الانوار طبع (اسلامی) جلد ۱۶ ص ۱۶۱

گفتار رسولؐ

احیاء العلوم میں ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز گفتگو سب سے زیادہ فصیح وشیریں تھا، یہاں تک کہ راوی کہتا ہے: آپ کی تمام گفتگو چھوٹے چھوٹے جملوں میں نہایت ہی جامع حشو و زوائد سے خالی اور مقصود تک پہنچا دینے والی ہوتی تھی، ایسا لگتا تھا گویا ان کے اجزاء ایک دوسرے کے تابع اور منسلک ہیں، جب بات کرتے تو جملوں کے درمیان فاصلہ رکھتے تاکہ اگر کوئی آپ کے ارشادات حفظ کرنا چاہے تو کر سکتا ہو، آپ کی آواز بلند تھی اور اس میں تمام افراد سے زیادہ نغمگی پائی جاتی تھی[۱]

بعثت کی بنیاد

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب تہذیب میں بسند خود اسحاق ابن جعفر سے، انہوں نے اپنے بھائی جناب موسیٰؑ ابن جعفرؑ سے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: میں مکارم اخلاق اور ان کے محاسن پر مبعوث ہوا ہوں[۲]

بندگی و تواضع یا حکومت و بادشاہی

کافی میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ: ایک فرشتہ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: خداوند عالم نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ ایک متواضع بندہ اور رسول کی حیثیت سے رہیں یا اگر چاہیں تو رسالت کے ساتھ بادشاہت قبول کریں، جبرئیل اس وقت موجود تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے مشورہ کے انداز میں جبرئیل کی طرف دیکھا انھوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا آپ تواضع اور فروتنی اختیار کریں چنانچہ رسول اسلامؐ نے اس فرشتہ کے جواب میں فرمایا: میں بندگی و تواضع کے ساتھ رسالت قبول کرتا ہوں، وہ فرشتہ اس حال میں کہ تمام زمین کے خزانوں کی کنجی اس کے ہاتھ میں تھی کہتا ہے: اب آپ کا جو کچھ بھی خدا کے پاس ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی[۳]

۱۔ احیاء العلوم جلد ۷ — ۲۔ بحار الانوار جلد ۱۶ ص ۲۸۷ حدیث ۱۴۲

۳۔ کافی مطبوعہ دائرۃ المعارف جلد ۲ ص ۱۲۲ حدیث نمبر ۵

رسول اسلامؐ کا زہد و ورع

حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں: "پس تمہیں اس طیب وطاہر نبیؐ کی اطاعت و پیروی کرنی چاہیئے" یہاں تک کہ آپ فرماتے ہیں: حضورؐ نے دنیا (کی لذتوں کو) نہایت ہی کم (حسب ضرورت) چکھا اور اطراف دندان تک محدود رکھا، اپنا دہن مبارک اس سے کبھی پُر نہ کیا اور اس کی طرف نظر التفاف سے کبھی نہ دیکھا حضور صلعم شکم تہی کے اعتبار سے دنیا کے سب سے زیادہ لاغر اور بھوک کے لحاظ سے سب سے کم خوراک شخص تھے، آپ کے سامنے دنیا کے خزانے پیش کئے گئے لیکن حضرت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، جس چیز کے لئے آپ نے سمجھ لیا کہ خدا اس کو پسند نہیں کرتا آپ نے بھی اس کو دشمن قرار دے لیا، اور جس شئے کو خداوندعالم نے حقیر قرار دیا آپ نے بھی اس کو ہمیشہ حقیر جانا، اور ہم آنحضرت کے برعکس ہیں، اگر ہم میں سوائے اس کے کوئی اور عیب نہ ہوتا کہ ہم اس دنیا کو پسند کرتے جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے ناپسند قرار دیا ہے اور اس دنیا کو عظیم تصور کرتے جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے حقیر جانا ہے تو یہی ہماری شقاوت و بدبختی اور نافرمانی کے لئے کافی تھا حالانکہ رسول خداؐ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی مانند بیٹھتے تھے، اپنے ہاتھوں سے اپنی جوتی ٹانکتے تھے اور خود ہی اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے، بغیر کسی پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور کسی کو اپنے پیچھے بٹھا بھی لیتے تھے، جب آپ نے دیکھا کہ گھر کے دروازے پر ایسا پردہ پڑا ہے جس پر تصویریں بنی ہوئی ہیں تو آپ نے اپنی ایک بیوی سے کہا: اس پردہ کو میری نظروں سے ہٹاؤ۔ میں اس کو نہ دیکھوں کیونکہ جب بھی میری نظر اس پر پڑتی ہے تو میں دنیا اور اس کی آرائشوں کے بارے میں سوچنے لگتا ہوں، ہاں آپ نے پورے دل وجان سے دنیا کی طرف سے منہ موڑ رکھا تھا اور اس کا خیال تک کھل کر اپنے دل سے مٹا ڈالا تھا، یہاں تک کہ دنیا کی آرائشیں آپ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھنا پسند نہ کرتے تھے کہ کہیں لباس فاخرہ کی ہوس نہ پیدا ہو، اس دنیا کو اپنا گھر تصور نہ کرنے لگیں اور اس میں ٹھہرنے کی امیدیں نہ باندھ بیٹھیں، یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے دل سے کلی طور پر دنیا کو نکال باہر کیا تھا اور اس کی یاد کو قلب سے مٹا ڈالا تھا، اور اپنی دوررس آنکھوں سے اس کو دور کر دیا تھا جی ہاں: جب کسی شخص کو کوئی شئے بری لگنے لگتی ہے تو وہ اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا حتیٰ کسی سے اس کا ذکر سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔[۱]

---

[۱] نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید۔ مطبوعہ دار الاحیاء کتب العربی جلد نہم ص ۲۳۲/خطبہ نمبر ۱۶۰!

خشیت الٰہی

"احتجاج" میں جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے ایک طولانی روایت کے ذیل میں حضرت علیؑ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے عزوجل کے خوف سے اتنا زیادہ گریہ کرتے تھے کہ آپ کا سجادہ اور نماز پڑھنے کی جگہ آنسوؤں سے تر ہوجاتی تھی جبکہ آپ سے کوئی جرم وگناہ بھی نہیں سرزد ہوا۔[1]

اسی طرح مناقب میں ہے کہ رسول اللہ صلعم اس قدر گریہ کرتے تھے کہ بیہوش ہوجاتے تھے، لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ! کیا خدا نے قرآن میں آپ کے لئے ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ: تم کو تمہارے گزشتہ و آئندہ گناہوں سے خدا نے حفاظت میں رکھا ہے پس یہ اس قدر گریہ کس لئے؟! فرمایا ٹھیک ہے خدا نے مجھ کو اپنی غفران میں لے لیا ہے پھر بھی میں کیوں اپنے آپ کو شکر گزار بندے کے طور پر نہ رکھوں؟ اور یہی کیفیت آپ کے وصی علیؑ ابن ابی طالب کی بھی تھی کہ آپ محراب عبادت میں بیہوش ہوجایا کرتے تھے۔[2]

ارشاد دیلمی میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل خدا علیہ السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو خوف زدہ افراد میں پائے جانے والے ہیجان واضطراب کے مانند جوش وخروش آپ سے ظاہر ہوتا تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہی حال تھا۔[3]

ذکر خدا اور توبہ واستغفار

"تفسیر ابی الفتوح" میں ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ جب آیہ شریفہ: "واذکروا اللّٰہ کثیرا" یعنی کثرت کے ساتھ خدا کا ذکر کرو، نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم ذکر خدا میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ کفار آپ کو دیکھ کر کہتے تھے کہ اس شخص پر جن سوار ہوگیا ہے۔[4]

---

[1] احتجاج طبرسی [redacted] دار النعمان جلد اول ص ۳۲۱

[2] مناقب ... مستدرک الوسائل جلد ۲ ص ۲۹۵ و درمنثور جلد ۶ ص، مطبوعہ بیروت

[3] ارشاد القلوب جلد اول ص ۱۰۵

[4] الدر المنثور جلد ۵ ص ۲۰۵

کافی میں زید شحام سے اور وہ صادق آل محمد علیہم السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول خداؐ ہر روز ستر مرتبہ توبہ کرتے تھے میں نے سوال کیا آیا ستر بار "استغفر اللہ و اتوب الیہ" کہتے تھے؟ فرمایا بلکہ کہتے تھے۔" اتوب الی اللہ " میں نے عرض کیا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) توبہ کرتے تھے جبکہ ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا تھا اور ہم توبہ کرتے ہیں اور پھر اس گناہ کی تکرار کرتے ہیں تو فرمایا: "اللہ المستعان" یعنی خدا سے مدد طلب کرنا چاہیئے۔[1]

نبیؐ کا مثل و نظیر کوئی نہیں

مکارم الاخلاق میں کتاب "النبوۃ" سے حضرت علی علیہ السلام کی زبانی منقول ہے کہ حضرتؑ جب کبھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتے تو فرماتے تھے: حضورؐ کے ہاتھوں کی ہتھیلی تمام ہتھیلیوں سے زیادہ سخی، آپ کا سینہ تمام سینوں سے زیادہ جرأت مند، آپ کا لہجہ تمام لہجوں اور زبانوں سے زیادہ صادق، عہد و پیمان میں تمام لوگوں سے زیادہ باوفا اور مزاج میں سب سے زیادہ نرم مزاج تھے آپ کا خاندان تمام خاندانوں اور قبیلوں میں سب سے زیادہ کریم و محترم تھا اگر کوئی ناگہانی طور پر آپ کو دیکھتا تو اس پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور اگر کوئی معرفت کے ساتھ آپ کے پاس آکر بیٹھتا تو آپ کو دوست رکھتا، آپ سے پہلے اور آپ کے بعد میں نے کسی کو ہرگز آپ کا مثل و نظیر نہ پایا۔[2]

قسم کا نرالا انداز

کافی میں عمر بن علیؑ سے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول خداؐ کے قسم کھانے کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ آپ فرماتے: "لا و استغفر اللہ" نہیں! خدا سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔[3] تھے۔

احیاء العلوم میں ہے کہ آنحضرتؐ جب بہت زیادہ خوش ہوتے تھے تو زیادہ تر اپنے ہاتھ ریش مبارک پر پھیرنے لگتے تھے۔[4]

---

[1] کافی جلد ۲ ص ۴۳۲ [2] مکارم الاخلاق ص ۱۸

[3] کافی جلد ۲ ص ۴۶۳ حدیث نمبر ۲۰

[4] احیاء العلوم جلد ۷ ص ۱۴۰

جود وکرم

اسی احیاء العلوم میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخی ترین انسان تھے چنانچہ درہم و دینار نام کی کوئی چیز بھی آپ اپنے پاس محفوظ نہ رکھتے تھے اور اگر کسی وقت کچھ زیادہ بچ جاتا تھا اور تا شب کوئی ایسا شخص نہ ملتا جس کو دے سکیں تو اس وقت تک گھر میں قدم نہ رکھتے تھے جب تک اسے کسی محتاج وضرورت مند تک پہنچا کر اس ذمہ داری سے خود کو سبکدوش نہ کر لیتے تھے، اسی طرح خداوند عالم کی عطا کردہ روزی میں سے ایک سال کے آذوقہ سے زیادہ جو اور خرمہ کے سوا، کہ جو آپ کے پاس موجود ہوتا تھا، کچھ بھی اپنے لئے ذخیرہ نہیں کرتے تھے، سب کچھ خدا کی راہ میں صرف کر دیتے تھے، کسی شخص نے کوئی شئے ادھر طلب نہیں کی کہ آنحضرتؐ نے اس کی حاجت، جو کچھ بھی ہو، پوری کر دی، اور یہ فیض یوں ہی جاری رہتا یہاں تک کہ نوبت آپ کے اس ایک سال کے آذوقہ تک آ پہنچتی اور اس میں سے بھی ایثار فرما دیتے، اکثر و بیشتر یہی ہوتا کہ سال تمام ہونے سے قبل ہی آپ اپنا تمام آذوقہ انفاق کر چکے ہوتے تھے اور اگر کہیں سے کچھ اور دستیاب نہ ہوتا تو خود آذوقہ کے محتاج ہو جاتے تھے۔

حق کا نفاذ

غزالی نے اس کے بعد لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم حق کا بہر حال نفاذ کرتے تھے چاہے اس سے آپ کو یا آپ کے اصحاب کو بظاہر نقصان ہی کیوں نہ پہنچتا ہو، وہ مزید لکھتے ہیں کہ: رسول خداؐ کے بے پناہ دشمن تھے اور اس کے باوجود آپ ان کے درمیان تن تنہا بغیر کسی محافظ کے آمد و رفت کیا کرتے تھے، پھر وہ لکھتے ہیں: کہ دنیا کے امور سے کوئی بھی شئے آپ کو خوف و ہراس میں مبتلا نہیں کرتی تھی، نیز یہ کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقراء کے ساتھ بیٹھتے تھے اور مسکینوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، جو لوگ اخلاقی فضل وکمال کے حامل تھے آپ ان کی قدر کرتے تھے، باوفا افراد سے محبت کرتے تھے، ان معنوں میں کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے، اہل خاندان کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کرتے تھے، عوام و خواص کسی پر ظلم نہ کرتے، جو کوئی بھی عذر خواہی کرتا آپ اس کے عذر کو قبول کر لیتے تھے، ۔ غزالی نے ہی لکھا ہے کہ: پیغمبر اسلامؐ کے غلام اور کنیزیں بھی تھیں لیکن خوراک ولباس میں خود کو ان پر برتری نہیں دیتے تھے، اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی

فضول صرف نہ کرتے تھے ہر لمحہ یا تو راہ خدا میں کوئی عمل انجام دے رہے ہوتے یا کسی دوسرے ضروری کام میں مصروف رہتے، کبھی کبھی اپنے اصحاب کی ملاقات کے لئے ان کے باغات میں بھی تشریف لے جاتے تھے، اور کبھی کسی مسکین کی تہی دستی یا مرض کی بنا پر تحقیر و بے عزتی نہیں کرتے تھے اور کسی بھی سلطان و حاکم سے اس کی سلطنت و حکومت کی بنیاد پر نہیں ڈرتے تھے، آنحضرتؐ نے فقراء اور سلطانوں کو ایک ہی انداز سے توحید کی دعوت دی[1]

غضب و رحمت

غزالی نے اپنی کتاب احیاء العلوم، میں یہ لکھا ہے کہ: رسول خدا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) عام لوگوں کی نسبت دیر سے غصہ میں آتے تھے اور دوسروں کی نسبت جلدی راضی و خوشنود ہو جاتے تھے، آپ تمام لوگوں سے زیادہ سب پر رؤف و مہربان تھے لوگوں کے حق میں آپ سب سے زیادہ مفید اور ان کے درمیان بہترین انسان تھے[2]

غزالی نے اپنی اسی کتاب میں آگے بڑھ کر لکھا ہے کہ: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے تھے کہ اگر مسرور و راضی ہو گئے تو آپ کی مسرت و رضا لوگوں کے لئے بہترین خوشیوں اور رضاؤں میں سے تھی اگر آپ موعظ فرماتے تو آپ کا موعظ خالص سنجیدگی پر مبنی پر ہوتا تھا، اور اگر غصہ ہوتے ــ اور یقیناً آپ بجز خدا کبھی کسی کے لئے غصہ نہ کرتے تھے ــ تو کسی میں آپ کے غصہ کے مقابل ٹھہرنے کی تاب نہ ہوتی، بلکہ تمام امور میں آپ کی یہی صورت تھی اگر کسی وقت کسی مصیبت اور تکلیف سے بھی دوچار ہوتے تو مسئلہ کو خدا پر چھوڑ دیتے تھے، اپنی قدرت و توانائی سے پناہ و برائت اختیار کرتے ہوتے خدا وند عالم سے راہ چارہ طلب کرتے تھے[3]

انکسار و خودداری

ارشاد دیلمی میں ہے کہ رسول اسلامؐ اپنے لباس میں خود ہی پیوند لگاتے تھے، اپنی جوتی خود ہی

---

[1] احیاء العلوم جلد ۷، ص ۱۲۰

[2] احیاء العلوم جلد ۷، ص ۱۱۵

[3] احیاء العلوم جلد ۷، ص ۱۲۰

سیتے تھے۔ اپنی بکری خود ہی دوہتے تھے، غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، زمین پر بیٹھتے تھے اور لمبے کان والے جانور (گدھے) پر سوار ہوتے تھے اور کسی دوسرے کو بھی اپنے برابر بٹھا لیتے تھے اپنی ضرورت کی چیزیں بازار سے خرید کر گھر لے جانے میں شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ غریبوں اور امیروں ہر ایک سے ہاتھ ملاتے تھے اور اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ کھینچتے تھے جب تک دوسرا خود ہی اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا تھا ہر ایک سے ملاقات کرتے چاہے دولت مند ہو یا فقیر، چھوٹا ہو یا بڑا، سب کو سلام کرتے، اگر کوئی کچھ پیش کرتا تو اس کو حقیر نہ سمجھتے ولو وہ ایک سوکھا خرما ہی کیوں نہ ہو۔ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہت ہی کم خوراک، کریم الطبع، ملنسار اور خوش رو تھے، ہنسے بغیر ہمیشہ آپ کے لبوں پر تبسم کھیلتا رہتا تھا، چہرے سے بغیر کسی تناؤ اور برہمی کے ہمیشہ اندوہ گیں نظر آتے تھے، ایسا تواضع اور انکسار جس میں ذلت وحقارت کا شائبہ بھی تھا ایسے سخی کہ اسراف کا وہم وگمان بھی نہ ہو، تمام مسلمانوں کے حق میں نہایت ہی نرم دل اور مہربان تھے۔ کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھایا کہ ڈکار لینی پڑے اور کبھی کسی چیز کی طرف طمع کا ہاتھ نہ پھیلایا[1]۔

حسنِ وضع

مکارم الاخلاق میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی عادت یہ تھی کہ آپ آئینہ میں اپنے سراپا کا جائزہ لیتے تھے، ڈاڑھی اور بال میں کنگھی کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی یہ کام پانی میں دیکھ کر بھی انجام دیتے تھے۔ اہل خانہ سے قطع نظر اپنے اصحاب تک سے ملاقات کے لئے خود کو مرتب کرتے تھے، آپ فرماتے تھے: "خداوند عالم کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا بندہ جب دوسروں سے ملاقات کے لئے گھر سے نکلے تو خود کو درست اور آراستہ کر کے باہر نکلے"[2]۔

پانچ سنتیں

علل الشرائع، عیون اخبار الرضا اور مجالس میں امام رضا علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ فرماتے تھے: میں مرنے سے پہلے

---

[1] ارشاد دیلمی جلد اول ص ۱۱۵ مطبوعہ بیروت

[2] مکارم الاخلاق ص ۳۴

پانچ چیزیں ہرگز ترک نہیں کرسکتا: (۱) زمین پر بیٹھ کر غلاموں کے ساتھ کھانا کھانا (۲) گدھے کی کھری پیٹھ پر سواری کرنا (۳) اپنے ہاتھ سے بکری دوہنا (۴) بھیڑ کے بالوں سے بنے (معمولی) کپڑے پہننا اور (۵) بچوں کو سلام کرنا۔ اور یہ امور میں اس لئے ترک نہیں کروں گا کہ میری امت بھی اس کی عادت کرے اور میرے بعد یہ خود ایک سنت بن جائے۔[1]

عورتوں کو سلام

کافی میں ربعی بن عبد اللہ سے اور وہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عورتوں کو بھی سلام کرتے تھے اور وہ حضرت کے سلام کا جواب دیتی تھیں اور یہی انداز امیرالمومنین علیہ السلام کا بھی تھا مگر یہ کہ آپ جوان عورتوں کو سلام کرنے سے کراہت کرتے تھے اور فرماتے تھے: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے ان کی آواز بھلی نہ معلوم ہونے لگے ایسی صورت میں اس کام کا ضرر اس اجر و ثواب سے زیادہ ہوگا جو (سلام کرنے کے سلسلہ میں) پیش نظر ہے۔[2]

بیٹھنے کا طریقہ

اصول کافی میں ہی حضرت عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی سے اور انھوں نے کسی سند کا ذکر کئے بغیر رسول خدا سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ، حضور تین طریقوں سے بیٹھا کرتے تھے (۱) اکڑوں بیٹھنا۔ یعنی اپنے دونوں گھٹنوں کو بلند کر کے اس کو اس طرح ہاتھوں کے حلقہ میں لے لیتے تھے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں بازو کو اور بائیں ہاتھ سے داہنے بازو کو پکڑے ہوئے تھے۔

(۲) دو زانو بیٹھنا۔ اس طور پر کہ اپنے دونوں زانو اور پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر ٹکا کر بیٹھتے تھے۔ (۳) ایک پاؤں کو اپنی ران کے نیچے دبا لیتے تھے اور دوسرے پاؤں کو اس پر رکھ لیتے تھے اور یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ چار زانو ہو کر بیٹھے ہوں۔[3]

---

[1] علل الشرائع ص ۱۳۰ باب ۱۰۸ حدیث نمبر ۱

[2] کافی جلد ۲ ص ۶۶۱ حدیث نمبر ۱

[3] "من لا یحضرہ الفقیہ" جلد ۳ ص ۳۰۰ حدیث ۱۹

مصافحہ کا انداز

مکارم الاخلاق میں کتاب " النبوۃ" سے حضرت علیؑ کی زبانی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی سے مصافحہ کیا ہو اور مصافحہ کرنے والے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو کھینچ لیا ہو بلکہ آپ اس وقت تک اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دیئے رہتے جب تک کہ وہ خود آپ کا ہاتھ نہ چھوڑ دیتا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص اپنی زیادہ بولنے کی عادت کے تحت آپ کو حارج ہوتا اور آپ اکتا کر سکوت اختیار کر لیتے بلکہ آپ حوصلے اور تحمل سے اس کی بات سنتے یہاں تک کہ مخاطب خاموش ہو جاتا۔

اور ایسا بھی کبھی نہیں دیکھا گیا کہ سامنے بیٹھے ہوئے کسی بھی شخص کے سامنے آپ نے پاؤں دراز کیا ہو اور جب کبھی بھی دو راہوں میں سے ایک اختیار کرنے کی نوبت آتی تو آپ اپنے لئے ہمیشہ دشوار تر راہ کا انتخاب کرتے تھے، اور کبھی بھی جب آپ پر ظلم ہوتا تھا انتقام کے لئے نہیں اٹھتے تھے مگر اس وقت جب کہ مقدسات الٰہی کی توہین ہوتی ہو۔ ایسی صورت میں آپ غضبناک ہو جاتے تھے اور یہ غضب بھی خدا کے لئے ہوتا تھا، اور کبھی بھی آپ نے تکیہ لگا کر کھانا نہ کھایا یہاں تک کہ دنیا سے کوچ فرما گئے۔ کبھی ایسا بھی نہ ہوا کہ آپ سے کسی نے کوئی چیز طلب کی ہو اور آپ نے 'نہ' کہہ دیا ہو، کبھی کسی ضرورت مند کی حاجت رد نہ کی بلکہ عملی طور پر یا زبان کھول کر جو کچھ اس کے لئے ممکن ہوا پورا کر دیا۔

خطبہ و نماز

آپ کی نماز اپنے تمام و کمال کے باوجود ہر ایک کی نماز سے مختصر اور آپ کا خطبہ تمام خطبوں سے زیادہ جامع اور فضول باتوں سے خالی ہوتا تھا، لوگ آنحضرتؐ کو جسم مبارک کی خوشبو سے ہی پہچان جاتے تھے۔

آداب دستر خوان

جس وقت آپ دوسروں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھتے تھے تو کھانا شروع کرنے والی سب سے پہلی فرد آپ کی ذات ہوتی تھی اور کھانے سے ہاتھ کھینچنے والی سب سے آخری فرد بھی آپ ہی کی ذات ہوتی تھی۔ اور ہمیشہ اپنے سامنے رکھی ہوئی غذا نوش فرماتے تھے، صرف

خرما اور کھجور ایسی چیزیں تھیں کہ آپ ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے اور اچھے اچھے چن لیا کرتے تھے، اور جب کوئی چیز پیتے تھے تو تین سانسوں میں پیتے تھے اور وہ بھی دھیرے دھیرے بعض لوگوں کی طرح لمبے لمبے گھونٹ نہیں لیتے تھے، کھاتے پیتے اور کسی کو کچھ دینے لینے کے لئے دایاں ہاتھ مخصوص تھا بائیں ہاتھ سے کبھی کوئی چیز دینا یا لینا پسند نہ کرتے تھے اس سے آپ دوسرے امور انجام دیتے تھے ۔ پیغمبر اسلامؐ اپنے تمام امور دائیں ہاتھ سے ہی کرنا پسند کرتے تھے حتی لباس زیب تن کرنے، جوتا پہننے اور بالوں میں کنگھی کرنے کے لئے بھی دایاں ہاتھ استعمال کرتے تھے ۔

بہترین شخص

جس وقت آپ دعا فرماتے اس کی تین مرتبہ تکرار کرتے تھے لیکن جب کبھی گفتگو کرتے اپنے کلام میں تکرار نہیں کرتے تھے، اور اگر گھر میں داخل ہوتے کی اجازت مطلوب ہوتی تو تین مرتبہ اجازت لیتے تھے، آپ کی باتیں بہت ہی واضح ہوتی تھیں ہر سننے والا سمجھ جاتا تھا جس وقت آپ محو گفتگو ہوتے نور کی مانند کوئی شے سامنے کے دونوں دانتوں کے درمیان سے پھوٹ کر نکلتی تھی اس وقت اگر آپ کو کوئی دیکھتا تو یہی کہتا کہ آپ کے ان دونوں دانتوں میں خاصا فصل پایا جاتا ہے جبکہ ایسا نہیں تھا، آپ ہمیشہ گوشۂ چشم سے دیکھا کرتے تھے، اور کبھی کسی سے کوئی بات ایسی نہ کہتے جو اس کے لئے گوارا نہ ہوتی، جب راستہ چلتے تو ایسا لگتا پہاڑ سے نیچے اتر رہے ہوں۔ بارہا آپ فرمایا کرتے تھے: تم میں بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہے، کبھی کسی چیز کے ذائقہ میں برائی نہیں نکالی اور نہ ہی اس کی قصیدہ خوانی شروع کردی، اہل علم اور صاحبان حدیث آپ کے حضور جھگڑا نہیں کرتے تھے، جس دانشور کو بھی آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا یہی کہتا ہوا ملا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے نہ تو اس سے قبل کسی کو آپ کے جیسا پایا اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کو آپ کا مثل و نظیر دیکھا [1]

مساوات نظر

کافی میں جمیل ابن دراج سے اور وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ

[1] مکارم الاخلاق ص ۲۳

آپ نے فرمایا: پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ والہ وآلہ وسلم) نے اپنی نگاہ توجہ اصحاب کے درمیان برابر سے تقسیم کر رکھی تھی ان معنوں میں کہ آپ ان سب کو ایک انداز اور ایک آنکھ سے دیکھتے تھے۔ نیز فرماتے ہیں: کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ حضورؐ نے اپنے پائے مبارک اصحاب کے سامنے دراز کئے ہوں۔ اگر کوئی شخص آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ خود سے اپنا ہاتھ کبھی واپس نہ کھینچتے تھے ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ شخص آپ کا ہاتھ چھوڑ دیتا یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں نے اس بات کو محسوس کر لیا تو اب لوگوں کی کوشش ہوتی تھی کہ اپنا ہاتھ خود ہی کھینچ لیں تاکہ آنحضرت کا ہاتھ آزاد ہو جائے[1]

مکارم اخلاق میں ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جب بھی بات کرتے باتوں کے دوران مسکراتے رہتے تھے[2]

مزاح کا مقصد

مکارم اخلاق میں ہی یونس شیبانی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: تم لوگوں کی ایک دوسرے کے ساتھ مزاح کے سلسلہ میں کیا صورت ہے؟ میں نے کہا بہت کم پایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ آپس میں مزاح کیوں نہیں کرتے؟ مزاح خوش اخلاقی کی دلیل ہے تم مزاح کے ذریعہ اپنے مسلمان بھائیوں کو مسرور کر سکتے ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیشہ لوگوں سے مزاح کرتے تھے اور اسی طرح وہ ان کو مسرور دیکھنا چاہتے تھے۔[3]

اسی کتاب میں ابو القاسم کوفی سے اور وہ اپنی کتاب اخلاق میں خود امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کوئی ایسا مومن نہ ملے گا جس کے اندر کسی نہ کسی حد تک مزاح کا عنصر نہ پایا جاتا ہو رسول اللہؐ بھی لوگوں سے مزاح فرماتے تھے لیکن اپنے مزاح میں کوئی ناحق بات نہیں کہتے تھے[4]

---

[1] کافی جلد ۲ ص ۶۷۱ حدیث نمبر ۱

[2] مکارم الاخلاق ص ۲۱

[3] مکارم الاخلاق ص ۲۱

[4] مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۷۶ حدیث نمبر ۳

کافی میں معمر بن خلاد سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابی الحسن (امام رضاؑ) سے کہا، آپ پر فدا ہو جاؤں، انسان آپس میں معاشرت اور آمد و رفت رکھتے ہیں، لوگ آپس میں مزاح کرتے ہیں اور ہنستے ہیں اس سلسلہ میں کیا حکم ہے؟ فرمایاً: کوئی حرج نہیں اگر نہ ہو" اور میرا گمان یہ ہے کہ "اگر نہ ہو" سے حضرتؑ کی مراد یہ تھی کہ اگر فحش نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اس کے بعد آپ نے فرمایا: ایک اعرابی رسول اسلامؐ کی خدمت میں آتا اور تحفے لایا کرتا تھا اور اس وقت مزاح کے عنوان سے کہتا تھا: میرے ہدیہ کی قیمت ادا کر دیجئے! رسول خدا صلعم بھی یہ سن کر ہنستے تھے، اور جب کبھی اندوہ میں مبتلا ہوتے تو فرماتے "اعرابی کہاں گیا کاش کہ آجاتا۔"[1]

کافی میں طلحہ بن زید سے اور وہ امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیشتر اوقات قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھا کرتے تھے۔[2]

بچوں سے محبت

مکارم اخلاق میں ہے کہ رسول خدا صلعم کی عادت تھی جب کبھی کوئی شخص اپنے نومولود بچے کو برکت کے عنوان سے آنحضرت کی خدمت میں لے کر آتا تھا آپ بچے کے خاندان والوں کے احترام میں اس کو اپنی آغوش میں لے لیتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بچہ آپ کی آغوش میں ہی پیشاب کر دیتا۔ جو لوگ دیکھتے وہ ناخوش ہو کر چیخنے چلانے لگتے تھے اس وقت آپ ان کو منع کرتے اور فرماتے تھے: "کبھی بھی بچے کا پیشاب قطع کرنے کی کوشش نہ کرنا اس کو پورے طور پر پیشاب کر لینے دینا چاہئے۔" مختصر یہ کہ آپ بچے کو لئے رہتے یہاں تک کہ وہ مکمل طور سے پیشاب کر لیتا اس وقت آپ اس کے حق میں دعا فرماتے اس کا نام رکھتے، اور اپنے اس عمل سے بچے کے اہل خاندان کو بے انتہا مسرور کر دیتے، ایسے موقعوں پر آپ کا انداز وہ ہوتا کہ بچے کے گھر والے محسوس بھی نہیں کر سکتے تھے کہ آپ کو ان کے بچے کے پیشاب کرنے سے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کاموں میں لگ جاتے اس وقت حضرتؐ اٹھتے اور اپنے لباس کو دھو ڈالتے۔[3]

---

[1] کافی جلد ۲ ص ۶۶۳ حدیث نمبر ۱

[2] کافی جلد ۲ ص ۶۶۱ حدیث نمبر ۲

[3] مکارم الاخلاق ص ۲۵

عفو و بخشش یا انتقام!؟

اسی مکارم الاخلاق میں ابوالقاسم کوفی کی کتاب "اخلاق" سے منقول ہے کہ اخبار و احادیث میں آیا ہے کہ رسول خدا صلعم نے کبھی کسی سے اپنا انتقام نہیں لیا بلکہ جس کسی نے بھی آپ کو آزار پہنچایا آپ نے اس کو معاف کر دیا۔[1]

اسی کتاب میں یہ بھی روایت ہے کہ رسول اکرمؐ اگر سواری پر ہوتے تو کبھی کسی کو ساتھ میں پیدل چلنے کی اجازت نہ دیتے یا تو اپنے ساتھ ہی سوار کر لیتے یا فرماتے تم آگے نکل جاؤ اور جہاں کہیں کہو میں آجاؤں وہیں پہنچ کر میرا انتظار کرو۔[2]

دوستوں کی فکر

مکارم الاخلاق میں ہی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سیرت بھی ملتی ہے کہ اگر کسی مسلمان سے تین دنوں تک ملاقات نہ ہوتی تھی تو اس کے لئے فکرمند ہو جاتے تھے اگر لوگ بتاتے کہ سفر میں ہے تو آپ اس کے لئے دعائے خیر فرماتے اور اگر معلوم ہوتا کہ گھر پر ہے تو آپ اس کی ملاقات کو جاتے اور اگر معلوم ہوتا کہ مریض ہے تو آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔[3]

---

[1] مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۸۷ حدیث نمبر ۱

[2] مکارم الاخلاق ص ۲۲

[3] مکارم الاخلاق ص ۱۹

ملازمین کے ساتھ برتاؤ

مکارم الاخلاق میں انس سے روایت ہے ۔ وہ کہتے ہیں : میں نے نو سال تک پیغمبر اسلام کی خدمت کی لیکن مجھے یاد نہیں کہ اس درمیان حضورؐ نے ایک مرتبہ بھی مجھ سے سوال کیا ہو کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں انجام دیا ؟ یا کبھی میرے کسی کام میں عیب ڈھونڈنے کی کوشش کی ہو ۔ مجھے ہرگز یاد نہیں ہے ۔ (مکارم الاخلاق ص ۱۹)

ان ہی انس سے " احیاء العلوم " میں غزالی نے روایت کی ہے ، انس کہتے ہیں : اس خدا کی قسم جس نے رسول خدا کو حق پر مبعوث کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اگر میرا کیا ہوا کوئی کام رسول اسلام کو پسند نہ آیا ہو تو آپ نے اس پر مجھے کچھ سخت و سُست کہا ہو کہ ایسا کیوں کیا ، نہ صرف یہ کہ آپ نے مجھے مورد عتاب قرار نہیں دیا بلکہ اگر حضرت کی ازواج میں سے کسی نے میری ملامت کی تو آپ نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ اسے کچھ نہ کہو یہ کام یوں ہی مقدر تھا ۔ (مکارم الاخلاق ۔ ص ۱٦)

اسی کتاب میں انس سے ہی روایت ہے : کسی بھی صحابی یا دوسرے شخص نے آپ کو نہیں پکارا مگر یہ کہ آپ نے جواب میں فرمایا " لبیک " ۔ (یعنی آپ پکارنے والے کا ضرور جواب دیتے تھے)

غزالی نے انس سے ہی روایت کی ہے کہ حضور (ص) اپنے اصحاب کو ان کے احترام کے سبب اور ان کا دل جیتنے کے لئے ہمیشہ ان کی کنیتوں سے پکارتے تھے اور اگر کسی شخص کی کنیت نہ ہوتی تو آپ

خود ہی اس کی کنیت رکھ دیتے اور تمام لوگ اس کو اسی کنیت سے پکارتے جو حضرتؐ نے رکھی ہے۔ یہی صورت عورتوں کے ساتھ بھی تھی چاہے وہ صاحب اولاد ہوں یا نہ ہوں حتیٰ آپ بچوں کی بھی کنیت رکھ دیا کرتے تھے اور اس طرح آپ ان کے دل ہاتھ میں لے لیا کرتے تھے (احیاء العلوم جلد ۷ ص ۱۱۵)

اسی کتاب میں رسولِ اسلام کا یہ طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو کوئی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اپنی توشک اس کے لئے پھیلا دیتے اور اگر آنے والا شخص اس کو قبول کرنا نہ چاہتا تو اصرار کرتے کہ وہ اس کو قبول کر لے۔ (احیاء العلوم جلد ۷ ص ۱۱۴)

داد و دہش

کافی میں عجلان سے روایت ہے کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک سائل آپ کے دروازہ پر آیا حضرتؑ اٹھے اور اس برتن سے جس میں خرما رکھا ہوا تھا اپنے دونوں ہاتھوں کو پُر کیا اور سائل کے حوالے کر دیا تھوڑی ہی دیر بعد دوسرا سائل آیا اور آپ نے مٹھی بھر کر خرما اسے بھی دے دیا اس کے بعد تیسرا سائل آیا اٹھے اور اس کو بھی مٹھی بھر کر خرما دے دیا۔ ابھی دیر نہ گزری تھی کہ چوتھا سائل آیا اس مرتبہ حضرتؑ اٹھے اور اس سائل سے فرمایا: خداوند عالم ہم کو اور تم کو روزی عطا کرے۔ اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا: رسول خدا (ص) کا یہی حال تھا کہ ادھر کسی نے مال دنیا سے کچھ طلب نہیں کیا کہ آپ نے اس کو عطا کر دیا۔ ایک دن کسی عورت نے اپنے لڑکے کو آنحضرت کے پاس روانہ کیا اور کہا رسول خدا (ص) سے جا کر کچھ طلب کرو۔ اگر وہ جواب میں فرمائیں کہ کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے تو کہنا کہ اپنا کرتہ مجھے عنایت فرمائیے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں: رسول خدا صلعم نے اپنا کرتہ اتارا اور اس بچے کے سامنے رکھ دیا (دوسرے نسخے میں ہے کہ اپنا کرتہ اسے دے دیا) خداوند عالم نے آیت: لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا (کافی جلد ۴ ص ۵۵ حدیث ۸) [نہ اپنا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا (دوسروں کے لئے تنگ) کر لو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ ہی بالکل کھلا چھوڑ دو (یعنی سب کچھ دے ڈالو) کہ بعد میں ملامت اور تہی دستی کا سامنا کرنا پڑے] کے ذریعہ آنحضرت کو انفاق میں اعتدال سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔

اور اسی کتاب میں جابر سے اور انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

رسول اکرمؐ ہدیہ قبول کرلیا کرتے تھے مگر صدقہ نہیں کھاتے تھے (۱)

کافی میں ہی موسیٰ ابن عمران ابن بزیع سے نقل ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے امام رضا(ع) سے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا(ص) جب کبھی کسی مقصد سے نکلتے تھے تو جس راہ سے جاتے تھے اسی راہ سے نہیں پلٹتے تھے بلکہ دوسری راہ سے آتے تھے آیا یہ روایت صحیح ہے اور رسول اللہؐ ایسا ہی کرتے تھے؟ حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: ہاں، میں بھی بیشتر اوقات میں ایسا ہی کرتا ہوں، تم بھی یہی کیا کرو اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا: یاد رکھو! یہ عمل روزی تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ ہے۔ (۲)

کتاب "اقبال" میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ آفتاب طلوع ہونے کے بعد گھر سے باہر آتے تھے۔

کافی میں عبداللہ ابن مغیرہ سے روایت ہے کہ کسی نے اس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی گھر میں داخل ہوتے تو داخلہ کے در سے قریب ترین جگہ پر ہی بیٹھ جاتے تھے۔ (۳)
اس روایت کو سبط طبرسی نے بھی کتاب "المشکوٰۃ" میں "محاسن" اور دوسری کتابوں سے نقل کیا ہے (۴)

نظافت و پاکیزگی

صاحب مکارم الاخلاق کی روایت کے مطابق آنحضرت(ص) جس وقت اپنی داڑھی اور سر کے بال دھونا چاہتے تو سدر (بیر کے پتوں) سے دھوتے تھے۔ (۵)

اور "جعفریات" میں خود امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آبائے طاہرینؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: رسول خدا(ص) ہمیشہ اپنے بالوں کو کنگھی کرتے تھے اور زیادہ تر صرف پانی سے کنگھی فرماتے اور کہتے تھے کہ: پانی مومن کی خوشبو کے لئے کافی ہے۔ (۶)

صاحب من لایحضرہ الفقیہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا(ص) نے فرمایا: مجوسی اپنی داڑھی مونڈتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں جبکہ ہم اپنی مونچھیں چھوٹی کرتے اور داڑھی بڑھاتے ہیں۔ (۷)

۱۔ کافی ج ۵ ص ۱۴۳ حدیث ۸ ۲۔ کافی ج ۵ ص ۳۱۴ حدیث ۴۱ ۳۔ کافی ج ۲ ص ۶۶۲ حدیث ۶
۴۔ مشکوٰۃ الانوار ص ۲۰۴، فصل ۶ باب چہارم مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ قم و بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۴۰
۵۔ مکارم الاخلاق ص ۳۲ ۶۔ جعفریات ص ۱۵۶ ۷۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۷۶

کافی میں خود امام جعفر صادق (ع) سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا: (رسولؐ کی) سنتوں میں ایک ناخنوں کا کاٹنا بھی ہے۔ اسی طرح 'من لایحضرہ الفقیہ' میں روایت ہے کہ ناخن، بال اور خون کا دفن کرنا آنحضرتؐ کی سنت ہے۔ (۱)

اسی کتاب میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ انہوں نے امام صادقؑ سے خضاب کے بارے میں سوال کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا ہمیشہ خضاب کرتے تھے اور اب بھی حضورؐ کا خضاب شدہ بال ہمارے گھر میں موجود ہے (۲)

کتاب مکارم الاخلاق میں ہے کہ رسول خدا (ص) برابر اپنے بدن پر تیل کی مالش کرتے تھے۔ (۳)

صاحب من لایحضرہ الفقیہ امیر المومنینؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بغل کے بالوں کو صاف کرنا انسان کے بدن کی بدبو زائل کر دیتا ہے اس سے قطع نظر کہ یہ پاکیزگی کا باعث اور ان پاکیزہ سنتوں میں سے ہے جس کا رسولؐ خدا نے حکم فرمایا ہے۔ (۴)

مکارم الاخلاق میں ہے کہ رسول خدا (ص) کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے وہ ہر روز اپنی آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے۔ آپ پتھر کا سرمہ استعمال فرماتے تھے۔ (۵)

دانتوں کی صفائی

کافی میں ابی اسامہ سے اور وہ امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا: رسولوں کی سنتوں میں سے ایک مسواک کرنا بھی ہے۔ (۶)

کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی حدیث "اربعمأۃ" میں فرمایا کہ: مسواک کرنا رضائے خدا کا باعث اور رسول اسلام کی سنت ہے ساتھ ہی دہن کی صفائی اور خوشبو کا بھی سبب ہے۔ (۷) اس کے علاوہ بھی شیعہ و سنی طریقوں سے بہت سی حدیثوں میں مسواک کرنا رسول خداؐ کی عادت اور اس کو آپ کی سنت قرار دیا گیا ہے۔

کتاب مذکور میں ہی امام صادق (ؑ) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہیں ۱ عطر لگانا ۲ استرے سے بال صاف کرنا ۳ نورہ لگانا ۴ ازواج کے ساتھ زیادہ ہم بستر ہونا۔ (۸)

۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۴۷، ص ۹۶ حدیث ۹۴۔۱۶۹ ۲۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۶۹ حدیث ۵۳۔
۳۔ مکارم اخلاق ص ۳۵ ۴۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۶۸ حدیث ۲۰۴ ۵۔ مکارم اخلاق ص ۳۴
۶۔ کافی ج ۳ ص ۲۳ حدیث ۲ ۷۔ من لایحضرہ الفقیہ و وسائل الشیعہ ج ۱ ص ۳۵۱ حدیث ۲۲ ۸۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱

خوشبو لگانا

کافی میں عبداللہ ابن سنان سے اور وہ امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا ص کے پاس ایک مشکدان تھا جسے آپ وضو کے بعد ہمیشہ اپنے گیلے ہاتھوں سے اٹھاتے تھے چنانچہ آپ جب بھی گھر سے باہر تشریف لاتے اس کی خوشبو سے ہی پہچان لئے جاتے تھے کہ رسول اللہ صلعم ہیں۔ (۱)

مکارم الاخلاق میں ہے کہ جب بھی کوئی عطر حضرت ص کی خدمت میں پیش کیا جاتا آپ اس سے ضرور خوشبو فرماتے تھے اور کہتے تھے: اچھی خوشبو ہے اس کا ساتھ رکھنا آسان ہے اور اگر کبھی اس سے خود کو معطر نہ بھی کرتے تو اپنی انگلی کی نوک اس میں تر کر لیتے تھے (تاکہ دل شکنی نہ ہو)۔ (۲)

اسی کتاب میں ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قماری اگر (عود) سے دھواں لیتے تھے۔

۱۔ کافی جلد ٦ ص ۵۱۵ حدیث ۳ ۲۔ مکارم الاخلاق ص ۳۴

ذخیرۃ المعاد میں ہے کہ آپ مشک کو بہترین و محبوب ترین عطر شمار کرتے تھے ۔ (۱)

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے امیر المومنین علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ : مونچھوں پر عطر لگانا انبیاء علیہم السلام کے اخلاق سے اور کرام الکاتبین کے احترام میں ہے ۔ (۲)

کافی میں ہی سکن خزاز سے منقول ہے کہ اس نے امام صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر بالغ پر لازم ہے کہ وہ ہر جمعہ کو اپنے ناخن اور مونچھیں چھوٹی کرے اور تھوڑا عطر استعمال کرے رسولؐ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) جب کبھی جمعہ کے دن عطر آپ کے پاس نہ ہوتا تو آپ مجبوراً اپنی بعض ازواج کے سر کا رومال منگواتے اور ان کو پانی میں تر کر کے اپنے چہرے پر مل لیتے تھے تاکہ اُس رومال کی خوشبو سے خود کو معطر کر لیں ۔ (۳)

من لا یحضرہ الفقیہ میں اسحاق بن عمار سے اور وہ امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : اگر کوئی عید کے دن رسولؐ کی خدمت میں عطر پیش کرتا تو آپ پہلے اپنی بیویوں کو مرحمت فرماتے تھے ۔ (۴)

مکارم الاخلاق میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ مختلف قسم کے روغنوں سے ضماد (مالش) فرماتے تھے ۔ نیز صاحب مکارم الاخلاق فرماتے ہیں کہ حضورؐ زیادہ تر روغن بنفشہ سے ضماد فرماتے تھے اور کہتے تھے یہ بہترین روغن ہے ۔ (۵)

سفر میں رسولؐ کی سیرت

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں عبداللہ سنان سے اور وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں

۱۔ اسی مضمون کی حدیث بحار جلد ۱۶ ص ۲۶ (حدیث ۱۵۰) اور فروع کافی ص ۵۱۷ پر کئی حدیثیں موجود ہیں ۔

۲۔ کافی جلد ۶ ص ۵۱۰ حدیث ۵ ۔

۳۔ کافی جلد ۶ ص ۵۱۱ حدیث ۱۰

۴۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۲ ص ۱۱۳

۵۔ مکارم الاخلاق ص ۳۳

کہ رسول اسلامؐ زیادہ تر پنجشنبہ کو سفر اختیار کرتے تھے ۔ (۱)
کتاب امان الاخطار اور کتاب مصباح الزائر میں ہے کہ صاحب عوارف المعارف فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ جب بھی سفر فرماتے تھے پانچ چیزیں اپنے ساتھ رکھتے تھے : ۱) آئینہ ۲) سرمہ دان ۳) کنگھی ۴) مسواک اور ۵) ایک دوسری روایت کے مطابق قینچی بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے ۔ (۲)
کتاب مکارم الاخلاق میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب راستہ چلتے تو نشاط کی وہ کیفیت ہوتی کہ دیکھنے میں تھکن اور کسل مندی کا بالکل احساس نہ ہوتا تھا ۔ (۳)
من لا یحضرہ الفقیہ میں معاویہ بن عمار سے اور وہ امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : سفر میں پیغمبر اسلامؐ جب بلندی سے نیچے کی طرف آتے تو لا الٰہ الا اللہ کہتے تھے اور جب بلندی کی طرف بڑھتے تو اللہ اکبر فرماتے تھے ۔ (۴)
قطب کی کتاب "لب الالباب" میں روایت ہے کہ رسول خدا صلعم کسی مقام سے اس وقت تک کوچ نہ فرماتے جب تک وہاں دو رکعت نماز نہ ادا فرما لیتے تھے آپ فرماتے تھے : کہ یہ نماز میں اس لئے پڑھتا ہوں کہ یہ منزلیں جہاں میں نے نمازیں پڑھی ہیں گواہی دیں گی ۔ (۵)
من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے : رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ جس وقت مومنین کو رخصت کرتے تو فرماتے تھے خداوند عالم تقویٰ کو تمہارا زاد و توشہ قرار دے ، تمہارے لئے خیر کی راہیں باز کر دے ، تمہاری تمام حاجتوں کو پورا کرے ، تمہارے دین و دنیا کو سالم و محفوظ رکھے اور تم کو

---

۱ ۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۲ ص ۱۷۳ حدیث ۳ ۔
۲ ۔ مستدرک الوسائل جلد اول ص ۵۸ ، مصباح الزائر فصل اول ۔
۳ ۔ مکارم الاخلاق ص ۲۲ ۔
۴ ۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد دوم ص ۱۷۹ حدیث ۱
۵ ۔ ملاحظہ فرمائیں حاشیہ سنن النبی در المحاسن ص ۲۷۰ اور عوارف المعارف ص ۱۳۵

سلامتی اور بے پناہ منفعت کے ساتھ واپس لائے۔ (۱)

کتاب جعفریات میں امام جعفر صادق اپنے آبائے طاہرین سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا صلعم مکہ سے آنے والے افراد سے فرماتے تھے: خداوند عالم تمہاری عبادتوں کو قبول کرے گناہوں کو بخش دے، اور جو کچھ تم نے اس راہ میں خرچ کیا ہے اس کے بدلے تمہیں روزی عطا کرے۔ (۲)

آداب لباس

غزالی نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) ہر طرح کا لباس جو آپ کو فراہم ہو جاتا تھا پہن لیتے تھے چاہے وہ لنگی ہو یا عبا، کرتہ ہو یا جبہ یا اسی کے مثل اور کوئی چیز البتہ سبز رنگ کا لباس آپ کو پسند تھا ویسے زیادہ تر سفید رنگ کا ہی لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے اپنے زندوں کو سفید کپڑے پہنایا کرو اور اپنے مرنے والوں کو بھی اسی میں کفن دیا کرو۔ آپ زیادہ تر قبائے محشو (۳) پہنا کرتے تھے تمام جنگ ہو یا کوئی اور موقع ہو آپ کے پاس ایک دیبا کی قبا تھی جب آپ اس کو پہن لیتے تھے تو سفیدی کی زیادتی کے سبب آپ کی زیبائی میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا آپ کے تمام لباس ٹخنوں سے اونچے ہوتے تھے، تمام کپڑوں کے ساتھ زیر جامہ پہنا کرتے تھے جو پیروں کی نصف پنڈلیوں تک کا ہوتا تھا آپ ہمیشہ اپنا کرتا ایک شال سے باندھے ہوتے تھے اور کبھی کبھی نماز میں یا نماز کے علاوہ اوقات میں بھی اس کا کمر بند کھول دیا کرتے تھے۔ اور آپ کے پاس ایک عبا تھی جو زعفران میں رنگی ہوئی تھی اور اکثر ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ اسی کو اپنے دوش پر ڈالتے اور لوگوں کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ بغیر کسی اور لباس کے صرف ایک چادر جسم پر لپیٹ لیتے تھے۔ آپ کے پاس ایک چادر تھی جس کا اوپری استر اون کا تھا آپ اس کو پہنتے اور فرماتے تھے کہ میں بھی ایک غلام ہوں اور غلاموں کا لباس پہنتا ہوں۔ اس کے علاوہ دو

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۲ ص ۱۸۰ حدیث ۲ ۲۔ جعفریات ص ۵۷

۳۔ پیغمبرؐ کے زمانے میں ایک قسم کی قبا تھی

جامے اور بھی تھے جو جمعہ کے دن نماز جمعہ سے مخصوص تھے ۔ اور ایسے کئی اتفاقات پیش آئے کہ آپ بغیر کسی جامے کے سراپا ایک چادر پہن لیتے اور اس کے دونوں کنارے اپنے دونوں شانوں کے درمیان باندھ لیتے تھے اور اکثر اوقات اسی چادر کو پہن کر نماز جنازہ پڑھاتے تھے اور لوگ آپ کی اقتدا کرتے تھے ۔ کبھی کبھی گھر میں بغیر کسی لباس کے محض ایک لنگی باندھ کر نماز پڑھ لیتے تھے آپ لنگی اپنے گرد لپیٹ لیتے اور اس کا بایاں کنارہ داہنے کندھے پر اور دایاں کنارہ بائیں کندھے پر ڈال لیتے تھے ... کبھی کبھی اسی لنگی میں آپ نماز شب بھی پڑھتے تھے ... آپ کے پاس ایک سیاہ رنگ کی بھی چادر تھی چنانچہ کسی موقع پر آپ نے وہ کسی ضرورتمند کو دے دی اس وقت ام سلمہ نے سوال کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ کی وہ سیاہ چادر کیا ہوئی ؟ حضرتؐ نے فرمایا پہن لی گئی ، ام سلمہ نے عرض کی اس کی سیاہی میں آپ کی سفیدی سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا ۔

انس کہتے ہیں : کئی بار انھوں نے دیکھا کہ حضرت نماز ظہر "شملہ" (شال نما کپڑا) پہن کر پڑھتے اور اس کے دونوں کنارے باندھ لیتے تھے ، رسول خدا صلعم ہمیشہ انگوٹھی پہنتے تھے اور اور اکثر جب آپ گھر سے نکلتے تو انگوٹھی میں ایک تاگہ باندھے ہوتے تاکہ اس کے ذریعہ جس کام کے لئے نکلے ہیں یاد آجائے ، اور اسی انگوٹھی سے خطوط پر مہر لگاتے تھے اور کہا کرتے تھے ، خط پر مہر کر دینا تہمت سے بہتر ہے ، رات میں زیادہ تر صرف ٹوپی یا زیر عمامہ سر پر پہن لیا کرتے تھے ، اور اکثر اس کو سر سے اتار کر حاجب کے عنوان سے سامنے رکھ لیتے اور نماز ادا کرتے تھے ، کبھی کبھی عمامہ سر پر نہ ہوتا صرف ایک شال سر پر لپیٹ لیتے تھے ۔ رسولؐ خدا کے پاس ایک عمامہ تھا جس کو لوگ سحاب کہتے تھے ، جو آپ نے علی (علیہ السلام) کو دے دیا تھا اور کبھی کبھی جب علی (علیہ السلام) اس کو پہن کر تشریف لاتے تو پیغمبرؐ اسلام ارشاد فرماتے تھے : علیؑ تو سحاب کے ساتھ آ رہے ہیں حضورؐ ہمیشہ داہنی سمت سے لباس پہننا شروع کرتے تھے اور فرماتے تھے : "**الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی وا تجمل بہ فی الناس**" تعریف اس پروردگار کی جس نے مجھ کو وہ لباس عطا کیا جس سے میں ستر پوشی کرتا ہوں اور لوگوں کے درمیان خود کو زینت عطا کرتا ہوں اور جب کبھی کپڑا اتارتے تو بائیں طرف سے اتارنا شروع کرتے تھے جب کبھی نیا لباس پہنتے تو اپنا پرانا لباس کسی فقیر

کو عنایت فرمادیتے تھے اور فرماتے تھے: کوئی مسلمان نہیں ہے جو اپنے پرانے کپڑے سے، صرف خدا کی خوشنودی کے لئے کسی مسلمان کا بدن ڈھانکے مگر یہ کہ وہ چیز جس سے اس نے دوسرے کی تن پوشی کی ہے اسی کے ذریعہ خود کو دنیا و آخرت میں خدا کی ضمانت اور خیر و حفاظت میں دے دے گا۔

آپ کے پاس چمڑے کی کھال کا ایک فرش تھا جس کا استر لیف خرما سے تیار کیا گیا تھا جو تقریباً دو ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ و ایک بالشت چوڑا تھا اور ایک عبا تھی جس کو جہاں کہیں بیٹھنا چاہتے دُہرا کر کے بچھا لیتے اور زیادہ تر بغیر کسی فرش کے چٹائی پر ہی سو رہتے تھے۔

آپ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ آپ اپنے جانور حتیٰ کہ اسلحے اور اثاثے کے بھی نام رکھ دیا کرتے تھے چنانچہ آپ کے پرچم کا نام عقاب تھا اور وہ شمشیر جس کے ساتھ آپ جنگوں میں شریک ہوتے تھے ذوالفقار تھی اور دوسری شمشیروں کے نام مخذم، رسوب اور قضیب تھے آپ کی شمشیر کا قبضہ چاندی سے آراستہ تھا، اور کمر کا تسمہ جو آپ اکثر اوقات باندھتے تھے چمڑے کا تھا جس میں چاندی کے تین حلقے آویزاں ہوتے تھے، آپ کی کمان کا نام کتوم اور ترکش کا نام کافور تھا، آپ کے ناقے کا نام عضباء، گھوڑے کا نام دلدل اور گدھے کا نام یعفور تھا اور آپ کی وہ بکری جس کا دودھ نوش فرماتے تھے عینہ تھی،

حضرتؐ کے پاس ایک مٹی کا لوٹا تھا جس سے آپ وضو کرتے اور پانی پیتے تھے اور چونکہ لوگ جانتے تھے کہ آپ کا لوٹا وضو کرنے اور پانی پینے کے لئے مخصوص ہے لہٰذا بچوں کو بھیجتے کہ وہ حفاظت و تبرک کے عنوان سے اس سے پانی پیئں اور اس کا پانی اپنے چہرے اور بدن پر ملیں اور بچے بھی آنحضرتؐ سے بے پروا ہو کر یہ کام کرتے تھے۔ (۱)

جعفریات میں امام جعفر صادق (ع) سے روایت ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات میں ایک ٹوپی پہن لیتے تھے جس کے اوپر سلائیوں کی دھاریاں پڑی ہوئی تھیں، یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت (ص) کے پاس ایک زرہ تھی جس کو ذات الفضول کہتے تھے، اس زرہ میں چاندی کے تین حلقے تھے ایک سامنے کی طرف سے

۱۔ احیاء العلوم جلد ۷ ص ۱۳۰۔

اور دو پشت کی طرف سے الیٰ آخر۔ (۱)

کتاب عوالی میں روایت ہے کہ رسول خدا (صلیٰ اللہ علیہ وآلہ) کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جسے کبھی کبھی پہن کر آپ نماز پڑھا کرتے تھے (۲) نیز روایت میں ہے کہ آپ کا عمامہ اتنا لمبا تھا کہ اسے تین یا پانچ پیچ کر کے اپنے سر پر لپیٹتے تھے۔

خصال میں امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے حدیث اربعمأتہ کے ضمن میں فرمایا: روئی کے کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ رسول اسلام کا لباس ہے آنحضرتؐ اون اور بال کے کپڑے جب تک ضرورت نہ ہوتی نہیں پہنتے تھے۔ (۳)

من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ اسمٰعیل بن مسلم امام صادق علیہ السلام سے اور حضرتؑ اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ:

پیغمبر اسلام کے پاس ایک چھوٹا سا عصا تھا جس کے نچلے کنارے پر لوہا لگا ہوا تھا آنحضرتؐ اس عصا پر ٹیک لگاتے تھے اور نماز عید فطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر یہ عصا آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ (۴)

کافی میں ہشام بن سالم امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: پیغمبر اسلام کی انگوٹھی چاندی کی تھی۔ (۵)

اسی کافی میں ابی خدیجہ سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: انگوٹھی کا نگ گول ہونا چاہیے پیغمبر اسلام ص کی انگوٹھی کا نگ بھی ایسا ہی تھا۔ (۶)

خصال میں عبدالرحیم ابن ابی البلاد سے روایت ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا (صلیٰ اللہ علیہ وآلہ) کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں اس میں سے ایک پر

۱۔ جعفریات ص ۱۸۴ — ۲۔ مستدرک جلد اول ص ۲۰۲ حدیث ۵

۳۔ خصال صدوق ص ۶۱۲ — ۴۔ من لا یحضرہ الفقیہ، جلد اول ص ۳۲۲ حدیث ۲

۵ کافی جلد ۶ ص ۴۶۸ حدیث ۱

۶۔ کافی جلد ۶ ص ۴۶۸ حدیث ۴

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ" اور دوسری پر "صَدَقَ اللّٰہ" نقش تھا۔(۱)

اسی خصال میں حسین بن خالد امام رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ایک حدیث کے ضمن میں آپ نے فرمایا کہ :

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ)، امیر المومنین ؑ، امام حسن ؑ، امام حسین ؑ نیز تمام ائمہ معصومین علیہم السلام ہمیشہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ (۲)

مکارم الاخلاق میں امام صادق امیر المومنین (علیہما السلام) سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : انبیاء علیہم السلام کرتا، پاجامہ سے قبل پہنا کرتے تھے (۳) یہ روایت صاحب جعفریات نے بھی نقل کی ہے۔

۱۔ خصال صدوق ص ۶۱ ۲۔ مستدرک جلد اول ص ۲۲۹

۳۔ مکارم الاخلاق ص ۱۹

مکان و مسکن

مکان و سکونت کے آداب سے متعلق ابن فہد اپنی کتاب "تحصین" میں لکھتے ہیں کہ :۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ دنیا سے رخصت ہوگئے اور ایک بھی اینٹ پر اینٹ نہ رکھی[1] (یعنی اپنے لئے کوئی مکان نہیں بنوایا۔)

کتاب لب اللباب میں امام کا ارشاد ہے: مسجد مجالس انبیاء ہے[2] یعنی انبیاء مسجد میں بیٹھا کرتے ہیں۔ کافی میں سکونی امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا جب گرمی کے دنوں میں کمرے کے باہر رہنا شروع کرتے تو جمعرات کے دن نکلتے تھے اور جب سردیوں میں ٹھنڈک کی وجہ سے کمرے میں پلٹتے تو جمعہ کے دن پلٹتے تھے[3]۔ اس روایت کو صاحب خصال نے بھی سند تحریر کئے بغیر نقل کیا ہے۔[4]

۱۔ مستدرک الوسائل ج اول ص ۲۴۵ حدیث ۱ ۲۔ ایضاً جلد اول ص ۲۲۷ حدیث ۱۸

۳۔ کافی جلد ۶ ص ۵۳۲ حدیث ۱۲

۴۔ خصال صدوق ص ۳۹۱

علامہ حلی علیہ الرحمہ کے بھائی شیخ علی بن الحسن بن مطہر کی کتاب " العدد القویۃ" میں حضرت خدیجہ علیہا السلام سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں: رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ) جس وقت گھر میں داخل ہوتے پانی کا برتن طلب کرتے اور نماز کے لئے وضو کرتے اور پہلے مختصر طور پر دو رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف رکھتے تھے ۔ (۱)

کافی میں عباد بن صہیب سے روایت ہے کہ انھوں نے امام صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ: رسول اسلام نے کبھی بھی اپنے دشمن پر شبخون نہیں مارا ۔ (۲)

مکارم الاخلاق میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ: کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ پیغمبر اسلامؐ خواب سے بیدار ہوئے ہوں اور بلا فاصلہ بارگاہ معبود میں سر بسجود نہ ہو گئے ہوں (۳)

اہل و عیال کے ساتھ معاشرت

سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ اپنے " رسالہ محکم و متشابہ " میں تفسیر نعمانی سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ: اصحاب کی ایک جماعت نے دن میں ازواج کے پاس جانا ـــ کھانا کھانا اور رات میں سونا اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا ۔ ام سلمہ کے ذریعہ یہ خبر پیغمبر اسلامؐ کو ملی تو آپ اٹھ کر ان کے پاس گئے اور فرمایا:۔

" آیا تم اپنی عورتوں سے بے رغبت ہو گئے ہو، میں اپنی ازواج کے پاس جاتا ہوں، دن میں کھانا بھی کھاتا ہوں اور رات میں سوتا بھی ہوں ۔ اگر کوئی میری سنت کو ترک کرتا ہے تو وہ مجھ سے نہیں ہوگا " تا آخر (۴)

اسی مفہوم کی بہت سی روایتیں شیعہ و سنی کتابوں میں مختلف طریقوں سے نقل ہوئی ہیں ۔

کافی میں اسحاق بن عمار امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بیویوں کو دوست

۱۔ بحار الانوار جلد ۱۶ ص ۲۸۰ ۲۔ کافی جلد ۵ ص ۲۸ حدیث ۳

۳۔ مکارم الاخلاق ص ۳۹ ۔ ۳۸

۴۔ مستدرک جلد ۲ ص ۵۳۰

رکھنا اخلاق انبیاء سے تھے ۔(۱)

کافی میں ہی بکار بن کردم نیز دوسرے بہت سے لوگوں سے روایت ہے کہ امام صادق (ع) نے فرمایا: رسول اسلامؐ کا ارشاد ہے: میری آنکھوں کی روشنی نماز اور میری لذت عورتوں میں قرار دی گئی ہے ۔(۲)

اسی مضمون سے قریب ایک روایت دوسرے طریقہ سے بھی نقل ہوئی ہے ۔

صاحب "من لایحضرہ الفقیہ" فرماتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی عورت سے شادی کرنا چاہتے تو کسی کو بھیجتے تھے کہ اس عورت کو دیکھ آئے ۔ تا آخر ۔ (۳)

تفسیر عیاشی میں حسین بن بنت الیاس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رضا علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: خداوند عالم نے شب اور عورت آرام و آسائش کے لئے قرار دی ہے رات میں شادی کرنا اور کھانا کھلانا پیغمبر اسلام کی سنت ہے (۴)

خصال میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے حدیث اربعماۃ کے ضمن میں فرمایا: اپنے بچوں کا ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کرو اور سر کے بالوں کا وزن کر کے اس کے برابر چاندی کسی مسلمان کو صدقہ دے دو رسولؐ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی حسن و حسین (علیہما السلام) اور اپنے تمام بچوں کے سلسلہ میں ایسا ہی کیا تھا ۔ (۵)

کھانے پینے کے اصول

کافی میں ہشام بن سالم نیز دوسروں سے روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، کہ رسولؐ خدا کو کوئی بھی چیز اس سے زیادہ پسند نہ تھی کہ آپ ہمیشہ گرسنگی اور خوف خدا میں مبتلا رہیں (۶)

احتجاج طبرسی میں امام موسیٰ کاظمؑ اپنے آبائے طاہرینؑ سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسینؑ نے ایک طویل حدیث میں حضرت علی علیہ السلام کے وہ جوابات نقل کئے ہیں جو حضرت نے ایک یہودی کے

۱۔ کافی جلد ۵ ص ۳۲۰ حدیث ۱ ۲۔ ایضاً ص ۳۲۱ حدیث ۷ ۳۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد ۳ ص ۲۴۵ حدیث ۲

۴۔ تفسیر عیاشی جلد اول ص ۳۷۱ ۵۔ خصال صدوق جلد دوم ص ۶۱۹ ۶۔ کافی جلد ۸ ص ۱۲۹ حدیث ۹۹

جواب میں ارشاد فرمائے تھے اسی حدیث کے ذیل میں یہودی حضرت علیؑ سے سوال کرتا ہے : لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ایک زاہد منش تھے کیا یہ صحیح ہے ؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے لیکن حضرت محمدؐ تمام انبیاءؑ سے زیادہ زاہد تھے ۔ کیونکہ کنیزوں کے علاوہ آپ کے تیرہ بیویاں تھیں اس کے باوجود آپ کے لئے کبھی دسترخوان چنا نہیں گیا اور کبھی آپ نے گیہوں کی روٹی نہ کھائی اور جو کی روٹی بھی کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھائی آپ عموماً تین شبانہ روز بھوکے رہتے تھے ۔ (۱)

امالی صدوق میں عیص بن قاسم سے روایت ہے کہ اس نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کے والد سے ایک حدیث روایت ہوئی ہے کہ انہوں نے فرمایا : رسولؐ خدا نے کبھی گیہوں کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی کیا یہ صحیح ہے ؟ حضرتؑ نے جواب دیا : نہیں ، کیونکہ رسولؐ خدا نے اصلاً کبھی گیہوں کی روٹی کھائی ہی نہیں اور جو کی روٹی بھی شکم سیر ہو کر نہ کھائی ۔ (۲)

دعوات قطب میں روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے کبھی تکیہ لگا کر کھانا نہ کھایا مگر صرف ایک مرتبہ اور اس وقت بھی فوراً اٹھ کر بیٹھے اور خدا سے معذرت طلب کی ، بارالٰہا میں تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں ۔(۳)

اسی مفہوم کی احادیث کلینیؒ اور شیخ طوسیؒ نے کئی طریقوں سے نقل کی ہیں ــــ صدوقؒ و برقیؒ نے اور حسین بن سعیدؒ نے بھی کتاب "زہد" میں اس طرح کا ذکر کیا ہے ۔

کافی میں زید شحام امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : خداوند عالم نے جس دن سے پیغمبر اسلامؐ کو نبوت پر مبعوث کیا اس دن سے دم رحلت تک کبھی حضرتؐ نے تکیہ پر ٹیک لگا کر کھانا نہ کھایا بلکہ ہمیشہ غلاموں کی طرح کھانا نوش فرماتے تھے اور ان ہی کی طرح بیٹھتے تھے ۔ میں نے پوچھا کیوں ؟ تو فرمایا : تاکہ خود کو خداوند عزوجلّ کے سامنے ادنیٰ اور متواضع ظاہر کریں ۔ (۴)

اسی کتاب میں ابی خدیجہ سے منقول ہے : بشیر دہان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا ، آیا کبھی ایسا ہوا کہ پیغمبر اسلامؐ نے داہنے یا بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر کھانا کھایا ہو ؟ ابی خدیجہ کہتے ہیں میں بھی اس وقت بزم میں موجود تھا ۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا : نہیں ! رسول اسلامؐ

۱۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۲۲۵ ۲۔ بحار جلد ۱۶ ص ۲۴۳ از مکارم الاخلاق ص ۲۸

۳۔ مستدرک الوسائل جلد ۳ ص ۸۳ حدیث ۵ ۔ ۴۔ کافی جلد ۶ ص ۲۷۰ حدیث ۱

دائیں یا بائیں سمت ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ ایک غلام کی مانند بیٹھا کرتے تھے میں نے عرض کی کیوں؟ فرمایا: خدائے عزوجل کے مقابل خود کو منکسر و متواضع ظاہر کرنے کے لئے۔ (۱)

اسی کتاب میں جناب جابر امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا غلاموں کی طرح کھانا کھاتے تھے اور ان ہی کے مانند زمین پر بیٹھتے تھے، ہمیشہ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور زمین پر ہی سو رہتے تھے۔ (۲)

غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں: رسولؐ خدا جس وقت کھانے کے لئے بیٹھتے تھے دونوں زانوؤں اور دونوں قدموں کو سمیٹ لیتے تھے اور جس طرح ایک نمازی بیٹھتا ہے بیٹھ جاتے تھے مگر یہ کہ ایک زانو دوسرے زانو پر اور ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے میں ایک بندہ ہوں لہٰذا بندوں کی طرح کھانا کھاتا ہوں اور ان ہی کے مانند بیٹھتا ہوں۔ (۳)

صفوانی نے کتاب "تعریف" میں حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رسولؐ خدا جس وقت غذا کے لئے بیٹھتے تھے تو آپ کی نشست کا انداز غلاموں کا سا ہوتا تھا آپ بائیں زانو پر تکیہ فرماتے تھے۔ (۴)

مکارم الاخلاق میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا زمین پر بیٹھتے تھے، اپنے دونوں پیروں کے درمیان میں لے کر بھیڑوں کا دودھ دوہتے تھے، اگر کوئی غلام آپ کو دعوت دیتا تھا تو اسے قبول کر لیتے تھے۔ (۵)

محاسن میں حماد بن عثمان سے اور وہ امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: پیغمبر اسلامؐ جس وقت کھانا نوش فرماتے تھے بعد میں اپنی انگلیاں چاٹ لیتے تھے۔ (۶)

صاحب "احتجاج" نے کتاب "مواليد الصادقين" سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ: رسولؐ خدا ہر قسم کی غذائیں کھا لیتے تھے اور جو کچھ بھی خداوند عالم نے حلال کیا ہے آپ اپنے اہلبیت علیہم السلام اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے تھے اور ان کے شریک بن جاتے تھے، اسی طرح جب بھی کوئی مسلمان آپ کو دعوت دیتا آپ اس کے ساتھ بیٹھ جاتے جو کچھ وہ کھاتے آپ بھی نوش فرماتے جہاں وہ لوگ بیٹھ کر کھاتے آپ بھی بیٹھ کر کھا لیتے مگر یہ کہ ان کا کوئی مہمان آ جاتا تو اس صورت میں آپ اس مہمان کے ساتھ

۱۔ کافی جلد ۶ ص ۲۷۱ حدیث ۷ ۲۔ کافی جلد ۶ ص ۲۷۱ حدیث ۱ ۳۔ احیاء العلوم جلد ۷ ص ۱۲۱
۴۔ مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۸۱۲ حدیث ۳ ۵۔ بحار ج ۱۶ ص ۲۲۹ حدیث ۱۲۵ (از مکارم الاخلاق ص ۲۶)
۶۔ محاسن برقی مطبوعہ اسلامی ص ۴۴۴ حدیث ۳۱۲

کھانا نوش فرماتے تھے ، یہاں تک کہ وہ لکھتے ہیں : آپ کو سب سے زیادہ وہ غذا پسند آتی تھی جس میں سب سے زیادہ کھانے والے شریک ہوتے تھے ۔ (۱)

کافی میں ابن قداح سے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا : پیغمبر اسلامؐ جب لوگوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھتے تھے تو آپ کھانا شروع کرنے والی سب سے پہلی فرد اور کھانے سے ہاتھ روکنے والی سب سے آخری فرد ہوتے تھے ۔ آپ ایسا اس لئے کرتے تھے کہ سب لوگ کھانا کھائیں اور ان میں شرمندگی کا احساس بھی نہ پیدا ہو ۔ (۲)

کافی میں ہی محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے امیرالمومنینؑ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا : انبیاءؑ رات کا کھانا نماز عشاء کے بعد کھاتے تھے ۔ تم لوگ بھی رات کا کھانا ترک نہ کیا کرو کیونکہ یہ بدن کی خرابی کا باعث ہوتا ہے ۔ (۳)

اسی کتاب میں عنبسہ بن نجاد امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ : کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضورؐ کے کھانے پر خرما آیا ہو اور آپ نے سب سے پہلے خرما نوش نہ فرمایا ہو ۔ (۴)

اسی طرح کافی اور صحیفۃ الرضا میں حضرت کے آبائے کرام سے منقول ہے کہ : رسول اسلامؐ جس وقت خرما کھاتے تھے اس کے بیج ہاتھ کی پشت پر جمع کرتے جاتے تھے اور پھر دور پھینک دیتے تھے ۔ (۵)

کتاب "اقبال" کے مصنف نے "تاریخ نیشاپوری" جلد دوم سے نقل کیا ہے کہ حسن بن بشر کے حالات کے ذیل میں ان سے روایت ہے کہ : رسول خداؐ ہر دو لقمہ کے درمیان خدا کی حمد کیا کرتے تھے ۔ (۶)

کافی میں وہب بن عبد ربہ سے روایت ہے کہ : میں نے امام صادقؑ کو خلال کرتے ہوئے دیکھا حضرتؑ نے مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر فرمایا : رسول خداؐ ہمیشہ خلال کیا کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ خلال دہن کو خوشبودار بھی بناتا ہے ۔ (۷)

مکارم الاخلاق میں رسول خدا سے روایت ہے کہ آپ ہمیشہ پانی پینے سے قبل بسم اللہ کہتے تھے

۱۔ مکارم الاخلاق ص ۲۶ ۲۔ کافی جلد ۶ ص ۲۸۵ حدیث ۱ ۳۔ کافی جلد ۶ ص ۲۸۸ حدیث ۱

۴۔ کافی جلد ۶ ص ۳۴۵ حدیث ۱ ۵۔ عیون الاخبار جلد ۲ ص ۴۰ حدیث ۱۳۴

۶۔ اقبال ۱۱۶ ۷۔ کافی جلد ۶ ص ۳۷۶ حدیث ۳

اس کے بعد فرماتے ہیں: آپ مخصوص انداز پر آہستہ آہستہ پانی پیتے تھے بھر منہ کبھی گھونٹ نہیں لیتے تھے اور فرماتے تھے: دردِ جگر اسی بڑے بڑے گھونٹ لینے سے پیدا ہوتا ہے۔ (۱)

جعفریات میں امام جعفر صادقؑ اپنے آبائے طاہرینؑ سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: میں نے کئی مرتبہ دیکھا اور تجربہ کیا کہ رسولِ اسلام پانی یا دیگر ہر طرح کا مشروب تین سانسوں میں پیا کرتے تھے ہر سانس کے شروع میں "بسم اللہ" اور آخر میں الحمد للہ کہا کرتے تھے۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا: حمد اللہ شکر پروردگار کی غرض سے اور بسم اللہ ہر طرح کے ضرر و درد سے محفوظ رہنے کی غرض کہتا ہوں۔(۲)

صاحب مکارم الاخلاق لکھتے ہیں: رسولِ خداؐ کبھی پینے کا برتن منہ سے لگا کر سانس نہیں لیتے تھے جب سانس لینا چاہتے تھے (ہونٹوں سے) برتن کو دور کر لیتے تھے۔ (۳)

غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے: جب رسولِ اسلامؐ گوشت کھاتے تھے تو اپنا سر گوشت کے برتن کی طرف نہیں جھکاتے تھے بلکہ اس کو اپنے دہن کے قریب لے جاتے تھے اور اس کو ایک خاص انداز میں اور تمام دانتوں سے چباتے تھے، اور خاص طور سے جب بھی گوشت تناول فرماتے تھے کھانے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح ضرور دھوتے تھے اور اپنے گیلے ہاتھ چہرے پر پھیر لیا کرتے تھے۔ (۴)

مکارم الاخلاق میں ہے: رسولِ خداؐ ہر قسم کی غذا نوش فرمالیا کرتے تھے۔ (۵) طبرسی نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد کچھ کھانوں کا بھی ذکر کیا ہے جو آپ کھایا کرتے تھے منجملہ ان کے روٹی اور گوشت کی مختلف قسموں کا ذکر کیا ہے اسی طرح خربوزہ، شکر، انگور، انار، خرما، دودھ، ہریسہ (حلیم کی ایک قسم)، روغن، سرکہ، کاسنی (ایک قسم کا ساگ ہے) بادروج یا ریحان کوہی، کرم کلہ یا گوبھی وغیرہ کا ذکر ہے، روایت کی گئی ہے کہ آپ کو شہد بہت زیادہ پسند تھا، نیز یہ بھی روایت ہے کہ آپ کو پھلوں میں سب سے زیادہ انار مرغوب تھا۔

شیخ طوسی امالی میں ابی اسامہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خداؐ کا کھانا، اگر میسر آتا، تو جو تھا، ان کی مٹھاس خرما اور ان کے گھر کا ایندھن خرمے کے درخت کی چھال، پتے اور ٹہنیاں ہوتی تھیں (۶)

۱۔ مکارم الاخلاق ص ۳۱ ۲۔ جعفریات ص ۱۱۰ ۳۔ مکارم الاخلاق ص ۳۱ ۴۔ احیاء العلوم ج ۷ ص ۱۴۶
۵۔ مکارم الاخلاق ص ۲۶ ۶۔ بحار ج ۱۶، ص ۲۸۸ حدیث ۱۴۶ (از امالی شیخ طوسی)

مکارم الاخلاق میں ہے کہ رسولؐ خدا گرما گرم کھانا پسند نہیں کرتے تھے ٹھنڈا ہونے کے بعد کھانا کھاتے تھے اور فرماتے تھے خداوند عالم نے ہم کو آگ نہیں کھلائی ہے جلتے ہوئے کھانے میں برکت نہیں ہوتی اور جب کھانا کھاتے تھے بسم اللہ کہتے تھے ہمیشہ تین انگلیوں سے اور اپنے سامنے ہی رکھا ہوا کھانا نوش فرماتے تھے دوسرے کے سامنے رکھا ہوا کھانا نہیں اٹھاتے تھے۔ جب دسترخوان بچھا دیا جاتا تو ہر ایک سے پہلے کھانا شروع کر دیتے تھے کھانا تین انگلیوں یعنی انگوٹھے اور اس کے بغل کی دو انگلیوں سے کھاتے تھے کبھی کبھی چوتھی انگلی بھی شامل فرما لیتے تھے اور کبھی پوری ہتھیلی کھانا نوش فرماتے تھے لیکن صرف دو انگلیوں سے کبھی نہیں کھاتے تھے آپ فرماتے تھے: دو انگلیوں سے کھانا کھانا شیطان کی تاسی ہے، ایک دن آپ کے اصحاب فالودہ لے کر حاضر ہوئے اور آنحضرتؐ نے ان کے ہمراہ بیٹھ کر نوش فرمایا اس کے بعد سوال کیا یہ فالودہ کس چیز سے بنتا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: روغن میں شہد ملا کر تیار کرتے ہیں آپ نے فرمایا اچھی غذا ہے۔ رسولؐ خدا جو کی روٹی بھوسی الگ کئے بغیر کھایا کرتے تھے، آپ نے کبھی بھی گیہوں کی روٹی کھائی اور نہ ہی جو کی روٹی سیر ہو کر کھائی، کبھی خوان پر بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے خربوزہ، انگور اور خرما کھاتے تھے اور ان کی بیج بھیڑ کو کھلا دیتے تھے۔ آپ کبھی لہسن، پیاز، لہسن کا ساگ اور شہد کہ جس میں مغافیر ہوتی تھی نہیں کھاتے تھے، یہ مغافیر ایک طرح کا مرکب ہے جو شہد کی مکھی کے بدن میں ہضم نہیں ہوتا اور وہ اسے شہد میں انڈیل دیتی ہے کھانے کے بعد جس کی اس منھ میں رہ جاتی ہے، رسولؐ خدا کبھی کسی غذا میں عیب نہیں نکالتے تھے اگر پسند آتی کھا لیتے ناپسند ہوتی تو چھوڑ دیتے تھے عیب نہیں نکالتے تھے کہ دوسرے بھی نہ کھائیں۔ کھانے کا برتن انگلی سے چاٹ کر صاف کر دیتے تھے اور فرماتے تھے: برتن میں لگی آخری خوراک میں برکت زیادہ پائی جاتی ہے۔ غذا سے فارغ ہو کر ہاتھ کی تینوں انگلیاں بھی یکے بعد دیگرے چاٹ لیتے تھے کھانے کے بعد اپنے ہاتھ دھو کر صاف کر لیتے تھے اور کبھی تنہا کھانا نوش نہیں فرماتے تھے (۱)

صاحب مکارم الاخلاق تحریر فرماتے ہیں: رسولؐ خدا مشروبات بھی کبھی شام سے لائے جانے والے بلورین پیالوں یا پھر لکڑی، مٹی یا چمڑے کے برتنوں میں نوش فرماتے تھے۔ (۲) اسی کتاب میں پیغمبر اسلامؐ سے ہی منقول ہے کہ آنحضرتؐ چلو میں بھی پانی پیا کرتے تھے اور ہاتھوں میں پانی لے کر فرماتے تھے کوئی بھی برتن ہاتھوں سے زیادہ پاکیزہ نہیں ہوتا۔ (۳)

کافی میں عبداللہ ابن سنان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: عید قربان کے دن رسولؐ اسلام سینگوں والے دو بھیڑ ذبح کیا کرتے تھے ایک اپنی طرف سے دوسرا اپنی امت کے فقرا کی جانب سے (۴)

۱۔ مکارم الاخلاق ص ۲۸ ۲۔ مکارم الاخلاق ص ۳۱

۳۔ مکارم الاخلاق ص ۱۲۰ ۴۔ کافی جلد ۲ ص ۴۹۵ حدیث ۱

خلوت کے آداب

شہید ثانیؒ نے شرح نفلیہ میں روایت کی ہے کسی نے حضورؐ کو رفع حاجت کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا[1]۔ اسی طرح جعفریات میں امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آبائے طاہرینؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی رفع حاجت کرنا چاہتے تھے اپنا سر کسی چیز سے ڈھانک لیتے تھے اور قضائے حاجت کے بعد مٹی میں چھپا دیتے تھے اسی طرح اپنا لعاب دہن بھی مٹی سے ڈھک دیا کرتے تھے اور جب کبھی استنجاء کے لئے جاتے اپنا سر ڈھانک لیتے تھے[2]۔

کافی میں حسین ابن خالد امام رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: میں نے روایت میں دیکھا ہے کہ استنجاء کرتے وقت بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں انگوٹھی ہوتی تھی اور امیر المومنین علیہ السلام بھی ایسا ہی کرتے تھے جبکہ رسول خدا صلعم

---

[1] شرح النفلیہ

[2] جعفریات ص ۳۰

رکھتے کہ انگلیاں مٹی میں دھنس جاتی تھیں اسی انداز سے کہ اگر کوئی اجنبی یا اہل مدینہ سے کوئی مسافر شہر مدینہ میں داخل ہوتا اور قبرستان سے گزرتا وہ تازہ قبر اور اس پر انگلیوں کے نشان دیکھ کر یہ سمجھ جاتا تھا اس قبر میں سونے والا بنی ہاشم کی کوئی فرد ہے۔ لہٰذا وہ سوال کرتا تھا کہ آل محمدؐ میں سے کس شخص نے ابھی تازہ رحلت کی؟

تعزیت و تبریک

شہید ثانیؒ اپنی کتاب "مسکن الفؤاد" میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا: پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب کسی مصیبت زدہ کی تسلیت و تعزیت کے لئے تشریف لے جاتے تو فرماتے: آجرکم اللہ و رحمکم خداوند عالم تم کو اجر عطا کرے اور تم پر رحم فرمائے۔ اور جب کسی کو تہنیت و مبارک باد دیتے تو فرماتے: "بارک اللہ لکم و بارک اللہ علیکم" خداوند عالم تم کو مبارک کرے اور اس کی برکتیں ہمیشہ تمہارے شامل حال رہیں۔"[۱]

وضو کے آداب

قطب آیات الاحکام، میں سلیمان بن بریدہ سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے یہاں تک کہ فتح مکہ کا سال آ پہنچا اس کے بعد آپؐ نے کئی نمازوں کے لئے ایک ہی وضو پر اکتفا کرنا شروع کر دیا عمر نے سوال کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں آپ کو وہ کام کرتے دیکھ رہا ہوں جو آپ نے اب تک نہیں کیا تھا؟ فرمایا: میں متوجہ ہوں اور جان بوجھ کر ایسا کر رہا ہوں۔[۲]

کافی میں زرارہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، حضرت محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: آیا تم

---

[۱] کافی جلد ۲ ص ۲۰۰، حدیث ۴

[۲] مستدرک الوسائل جلد اول ص ۱۳۶ حدیث ۶

[۳] مستدرک الوسائل جلد اول ص ۴۲ حدیث ۳

نہیں چاہوگے کہ میں تم سے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وضو کرنے کا طریقہ بیان کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں، اس وقت حضرتؑ نے ایک قدح نما پیالہ جس میں تھوڑا پانی تھا لانے کا حکم دیا، پھر اس کو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا اور ہاتھ اوپر اٹھائے اور اپنا داہنا ہاتھ پانی میں ڈبویا اور اس کے بعد فرمایا: یہ اس صورت میں ہے جب ہاتھ طاہر ہو، تب آپؑ نے وہ ہاتھ پانی سے بھر کر پیشانی پر ڈالا اور کہا: بسم اللہ، اور وہ پانی داڑھی کے اطراف میں پھیل گیا اور اس کے بعد ایک مرتبہ اپنا ہاتھ پیشانی اور چہرے پر پھرایا، اس کے بعد بایاں ہاتھ پانی میں ڈبویا اور چلو بھر کر داہنے ہاتھ کی کہنیوں پر ڈالا اور بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر اس طرح کھینچا کہ پانی انگلیوں کے سرے تک پہنچ جائے اس کے بعد داہنے ہاتھ کے چلو میں پانی لیا اور بائیں ہاتھ کی کہنیوں پر ڈالا اور اس کو داہنے ہاتھ کی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے اور انگلیوں کے سروں تک تر کیا اور سر کے اگلے حصے نیز قدموں کے اوپری حصے کا بائیں ہاتھ کی تری اور دائیں ہاتھ کی بقیہ تری سے مسح کیا۔ زرارہ کہتے ہیں: ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا ایک ہے اور ایک کو ہی پسند کرتا ہے، اسی اعتبار سے وضو میں بھی صرف تین چلو پانی کافی ہے، ایک چہرہ دھونے کے لئے، دو دونوں کہنیوں پر ڈالنے کے لئے اور تم اپنے دائیں ہاتھ کی تری سے سر کے اگلے حصہ کا اور اس کے بقیہ سے دائیں قدم کے پشت پر مسح کرتے ہو اور بائیں ہاتھ کی تری سے بائیں قدم کی پشت کا مسح کرتے ہو۔ زرارہ اس کے بعد کہتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا: ایک شخص نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے پوچھا کہ رسول خداؐ کس طرح وضو فرماتے تھے؟ حضرتؑ نے یہی طریقہ جو میں نے تمہارے سامنے بیان کیا ہے اس شخص کے سامنے بیان کیا تھا[1]

مفید الدین طوسی امالی میں ابوہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب بھی وضو کرتے تھے تو پورے وضو کے دوران پہلے دائیں اعضا دھویا کرتے تھے[2]

---

[1] کافی جلد ۳ ص ۳۵ حدیث ۴

[2] امالی شیخ طوسی جلد اول ص ۳۹۷

تہذیب میں ابو بصیرؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے وضو کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک مد (یعنی تقریباً تین پاؤ) پانی سے وضو کرتے تھے اور ایک صاع (تقریباً تین کلو) پانی سے غسل فرماتے تھے۔[۱]

عیون میں امام رضا علیہ السلام سے اور حضرت اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ہم وہ اہل بیت ہیں جن پر صدقہ حلال نہیں ہے اور ہم کو حکم ہے کہ ہم کامل واکمل وضو انجام دیں ...[۲]

تہذیب میں عبداللہ ابن سنان سے روایت ہے وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: مضمضہ (کلی کرنا) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) ان چیزوں میں سے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت قرار دی ہیں۔[۳]

۱۔ تہذیب جلد اول ص ۱۳۶ حدیث ۲۸

۲۔ عیون الاخبار جلد ۲ ص ۲۸

۳۔ تہذیب جلد ۱ ص ۷۹ حدیث ۵۲

غسل کے آداب

تہذیب الاحکام میں معاویہ ابن عمار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاع (تقریباً تین کلو) پانی سے غسل فرماتے تھے، اور اگر ان کے ساتھ ان کی ازواج میں سے کوئی ہوتا تو ایک صاع اور ایک مد (تقریباً تین پاؤ) پانی سے وہ دونوں غسل کر لیتے تھے۔[1]

اس بات کو جناب کلینی نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ محمد ابن مسلم کے ذریعہ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کلینی کی روایت میں بس اتنا فرق ہے کہ دونوں ایک ہی ظرف سے غسل کرتے تھے۔[2] اسی طرح شیخ نے بھی دوسرے سلسلوں سے یہ روایت نقل کی ہے۔

جعفریات میں اپنی سند کے ساتھ امام جعفر ابن محمد باقر علیہما السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: حسن ابن محمد نے جابر ابن عبد اللہ سے رسول اسلامؐ کے غسل کے طریقے سے متعلق سوال کیا تو جابر نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلو سے تین مرتبہ اپنے سر

---

[1] تہذیب ج ۱ ص ۱۳۷ حدیث ۷۴

[2] کافی ج ۳ ص ۲۲ حدیث ۵

پانی ڈالتے تھے، حسن ابن محمد نے سوال کیا: میرا بال جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو زیادہ اور گھنا ہے (کیا اسی طرح رسول اسلامؐ کا بھی تھا) جابر نے کہا: اے عقلمند! ایسی بات نہ کہہ اس لئے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بال تیرے بال سے زیادہ لمبے اور پاکیزہ تھے۔ [1]

شیخ صدوق نے اپنی کتاب "ھدایہ" میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جمعہ کا غسل وہ سنت ہے جو مرد و عورت پر گھر میں یا سفر میں ضروری ہے، یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ امام صادقؑ نے یہ بھی فرمایا کہ: جمعہ کا غسل بدن کی صفائی کا ذریعہ بھی ہے اور دو جمعوں کے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بھی ہے، اس کے بعد فرمایا: غسل جمعہ کی علت یہ بھی کہ انصار ہفتہ کے ایام میں اونٹوں کی نگہبانی نیز اپنے تمام اموال کی دیکھ بھال میں لگے رہتے تھے جب جمعہ کا دن آتا تھا تو اسی کثیف جسم کے ساتھ مسجد میں چلے آتے تھے اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کے زیر بغل سے اٹھنے والی بدبو سے تکلیف ہوتی تھی اسی وجہ سے آپ نے حکم دیا کہ جمعہ کے دن سب غسل کریں اور یہ بات خود باعث بنی کہ غسل جمعہ سنّت ہو۔" [2]

روایت کے مطابق آداب غسل میں رسول اسلامؐ کی سنتوں میں سے غسل عید فطر اور تمام عیدوں کے غسل بھی ہیں اور دوسرے بھی بہت سے غسل ہیں کہ اگر ممکن ہوا تو ہم ان میں سے بعض کی طرف آئندہ اشارہ کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سنن و آداب نماز

کافی میں کلینی نے اپنی اسناد کے ساتھ فضیل ابن یسار، عبدالملک اور بکیر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مستحبی نمازیں اور مستحبی روزے واجبی نماز اور واجبی روزہ کی طرح انجام دیتے تھے اس بات کو شیخ نے بھی نقل کیا ہے۔ [3]

کافی میں حنان سے روایت ہے کہ اس نے کہا: عمرو ابن حریث نے امام صادق علیہ السلام

---

[1] جعفریات ص ۲۲

[2] علل الشرایع ج ۱ ص ۲۷۰ ۔ ماخوذ از حاشیہ سنن النبی و الھدایہ صدوق ص ۲۳

[3] کافی ج ۳ ص ۴۴۳ حدیث ۳

سے جب میں بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا، سوال کیا : آپ پر قربان جاؤں مجھکو رسولؐ خدا کی نماز کے بارے میں خبر دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا : رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۸ رکعت نافلۂ ظہر اور ۴ رکعت ظہر ۸ رکعت نافلۂ عصر اور ۴ رکعت عصر، ۳ رکعت نماز مغرب اور ۴ رکعت نافلۂ مغرب ۴ رکعت نماز عشاء، ۸ رکعت نافلۂ شب اور ۳ رکعت وتر، دو رکعت نافلۂ فجر اور ۲ رکعت نماز فجر پڑھتے تھے میں نے عرض کیا : قربان جاؤں اگر میں اس سے زیادہ نماز پڑھ سکوں تو کیا خداوند عالم مجھ پر زیادہ نماز پڑھنے کے سلسلہ میں عذاب کرے گا ؟ فرمایا : نہیں لیکن تم پر رسول اللہ کا طریقہ و سنت ترک کرنے کے سلسلہ میں عذاب کرے گا۔[1]

تہذیب میں اپنی اسناد کے ساتھ زرارۃ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ : رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وقت نہار سے زوال شمس تک کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ پس جب زوال ہو جاتا اور سایہ نصف انگشت کے برابر ہو جاتا ۸ رکعت نماز پڑھتے تھے، اور جب سایہ ایک ہاتھ کے برابر ہو جاتا تھا نماز ظہر پڑھتے تھے، نماز ظہر کے بعد دو رکعت اور نماز عصر سے قبل دو رکعت پڑھتے تھے، یہاں تک کہ سایہ دو ہاتھ کے برابر ہو جاتا اس وقت نماز عصر پڑھتے تھے، سورج غروب ہونے کے بعد مغرب اور شفق کی سرخی غائب ہونے کے بعد نماز عشا پڑھتے تھے ... عشا کا آخری وقت شب کے تہائی حصہ تک رہتا ہے۔ عشاء کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ نصف شب آجاتی تھی۔ اس وقت اٹھ کر ۱۳ رکعت نماز پڑھتے تھے جس میں ایک رکعت نماز وتر اور دو رکعت نافلہ فجر ہوتی تھی، اور جب فجر طلوع ہوتی تھی اور ہوا روشن ہو جاتی تھی نماز صبح پڑھتے تھے۔[2]

تہذیب میں ہی اپنی اسناد کے ساتھ معاویہ ابن وہب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا امام جعفر صادق علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے : آنحضرتؐ (وقت خواب) پانی کا برتن ڈھانک دیتے تھے اور اپنی مسواک اپنے بستر کے نیچے رکھ کے جب تک خدا چاہتا تھا، سوتے تھے، اور جب خواب سے بیدار ہوتے اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے پھر آسمان کی طرف نگاہ کرتے تھے اور سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرماتے

---

[1] کافی جلد ۳ ص ۴۴۳ حدیث ۵

[2] تہذیب ج ۲ ص ۲۶۲ حدیث ۸۲

تھے : "انّ فی خلق السّموات والارض واختلاف اللیل والنّہار ... " (آیت /۱۶۴)
اس کے بعد دانتوں میں مسواک کرتے، طہارت کرتے اور مسجد میں چلے جاتے تھے اور چار رکعت نماز پڑھتے تھے کہ جس کی ہر رکعت کا رکوع اس کی قرأت کے برابر اور سجدے رکوع کے بقدر اتنے طویل ہوتے تھے کہ لوگ کہتے تھے دیکھیں کب رکوع سے سر اٹھاتے ہیں اور سجدہ میں جاتے ہیں ؟ اسی طرح سجدہ اتنا طولانی ہوتا تھا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ دیکھیں کب سجدہ سے سر اٹھاتا ہے ؟ اس کے بعد اپنے بستر پر واپس آجاتے تھے اور جب تک خدا چاہتا سوتے تھے، پھر بیدار ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور سورۂ آل عمران کی ان ہی آیات کی تلاوت فرماتے تھے، اور آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا لیتے تھے، پھر مسواک کرتے، طہارت کرتے اور مسجد میں چلے جاتے تھے، اور پہلی مرتبہ کی طرح اس دفعہ بھی ۴ رکعت نماز پڑھتے تھے اور اپنے بستر پر پلٹ آتے تھے اور جب تک خدا چاہتا آرام فرماتے تھے، پھر بیدار ہوتے، اٹھتے آسمان کی طرف نگاہ کرتے سورۂ آل عمران کی آیت تلاوت فرماتے، مسواک کرتے طہارت فرماتے اور مسجد میں چلے جاتے تھے، اور ایک رکعت نماز وتر اور دو رکعت دوسری نماز پڑھتے تھے اور پھر نماز صبح کے لئے برآمد ہوتے تھے۔[۱]

روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نافلۂ صبح اول فجر کے وقت مختصر انداز میں پڑھتے اور پھر نماز صبح کے لئے برآمد ہوتے تھے۔

محاسن میں اپنی اسناد کے ساتھ عمر ابن یزید امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو شخص نماز وتر میں ستّر مرتبہ استغفر اللّٰہ ربّی و اتوب الیہ کہے اور اس عمل کو ایک سال تک متواتر پوری احتیاط کے ساتھ انجام دے خداوند عالم اس کا نام ان لوگوں کے زمرہ میں شامل کر دیتا ہے جو سحر کے وقت طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں، رسول خدا (صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم) نماز وتر میں ستّر مرتبہ استغفار کرتے تھے اور سات مرتبہ کہتے تھے: "ھٰذا مقام العائذ بک من النّار" (یہ اس شخص کا مقام ہے جو آتش دوزخ سے تیری پناہ میں آ گیا ہے) تا آخر۔[۲]

"من لایحضرہ الفقیہ" میں ہے : رسول خدا (صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم) نماز وتر کے قنوت میں فرماتے تھے : اللّٰھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت و تولنی فیمن تولیت

[۱] تہذیب ج ۲ ص ۳۳۷ حدیث ۲۳۳
[۲] محاسن برقی ص ۵۳ باب ۶۲ حدیث ۸۰

وبارك لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انك تقضی ولا یقضی علیك سبحانك رب البیت، استغفرك واتوب الیك واومن بك واتوكل علیك ولا حول ولا قوة الا بك یا رحیم"

پروردگارا: ہماری ان کے ساتھ جن کی تونے ہدایت کی ہے ہدایت فرما اور جن کو عافیت بخشی ہے ان کے ساتھ عافیت عطا کر، اور جن کے امور تونے خود اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں ان کے ساتھ ہمارے امور بھی اپنے ہاتھ میں لے لے، جو کچھ مجھکو دیا ہے اس میں برکت پیدا کردے، مجھ کو اس قضا و قدر کے شر سے جو مقرر کئے ہیں محفوظ رکھ، کیونکہ تو ہی ہے جس کے ہاتھ میں فیصلے ہیں اور تو ہی حکم کرنے والا ہے اور کوئی تیرے خلاف حکم کرنے والا نہیں ہے ۔ اے رب البیت تیری ذات ہر عیب سے منزہ ہے تجھ سے طلب مغفرت کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں اور تجھ پر ہی توکل کرتا ہوں، اور کوئی طاقت و قوت نہیں ہے مگر اے خدائے مہربان جو کچھ ہے تیری ہی طرف سے ہے[1]

کتاب تہذیب میں اپنی اسناد کے ساتھ ابی خدیجہ سے اور وہ امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب بھی رمضان آتا تھا اپنی نمازوں میں اضافہ کر دیتے تھے، میں بھی اس میں اضافہ کرتا ہوں تم بھی اس ماہ میں نمازیں زیادہ پڑھا کرو[2] نمازیں اضافہ سے مقصد ماہ رمضان سے مخصوص ایک ہزار رکعت نافلہ کی نمازیں ہیں جو روزانہ شب کے نوافل کی پچاس رکعت نمازوں سے الگ ہیں، اس ہزار رکعت نماز کو رمضان المبارک کی تمام شبوں میں تقسیم کرنے کے طریقے سے متعلق بہت سی روایتیں وارد ہیں۔ اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے وسیلہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم یہ نمازیں جماعت کے بغیر پڑھتے تھے بلکہ یہ نماز جماعت سے ادا کرنے کو آپ نے منع فرمایا تھا آپ فرماتے تھے کہ نافلہ میں جماعت نہیں ہے، آنحضرتؐ کے لئے دوسری بھی مخصوص نمازیں ملتی ہیں جو دعا کی کتابوں میں آنحضرتؐ سے منقول ہیں، اور چونکہ ہمارے موضوع بیان سے خارج ہیں اس لئے ہم نے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی ہے ۔ اسی طرح آپ کی نمازوں میں مستحبات، دعائیں اور اوراد بھی ہیں، جن سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے متعلقہ کتابوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے ۔

---

[1] من لا یحضرہ الفقیہ ج۱ ص۲۰۸ حدیث ۱ [2] تہذیب جلد ۳ ص۶۰ حدیث ۷

کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ یزید ابن خلیفہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی، عمر ابن حنظلہ اوقاتِ نماز کے بارے میں ہمارے لئے آپ کی طرف سے کچھ مطالب نقل کرتے ہیں، حضرتؑ نے فرمایا: جو کچھ وہ کہتے ہیں (صحیح ہے) وہ ہم پر جھوٹ نہیں باندھتے، میں نے عرض کی، وہ کہتے ہیں: مغرب کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج چھپ جائے، یاد رہے کہ رسول خدا صلعم مسافرت کے دوران جب تیزی کے ساتھ راہ طے کر رہے ہوتے تھے نماز مغرب میں تاخیر کر دیتے تھے اور اس کو نماز عشا کے ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ امامؑ نے فرمایا: عمر ابن حنظلہ نے درست کہا ہے[1]۔

تہذیب میں اپنی اسناد کے ساتھ طلحہ ابن زید امام جعفر صادق سے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جن شبوں میں پانی برستا تھا نماز مغرب کو مختصر کر دیتے تھے اور عشا کے پڑھنے میں بھی عجلت سے کام لیتے تھے، اور اسے فضیلت کے وقت سے پہلے ہی مغرب کے ساتھ ملا کر پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے: جو شخص عوام پر رحم نہ کرے اس کے حق میں رحم نہیں کیا جاتا ہے[2]۔

تہذیب میں ہی اپنی اسناد کے ساتھ ابن ابی عمیر سے اور وہ حماد سے اور وہ حلبی سے اور وہ امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) جس وقت سفر میں ہوتے یا اسی طرح جب کوئی فوری کام ہوتا تو ظہر و عصر کو باہم ملا کر پڑھتے تھے، اور اسی طرح مغرب و عشا کے درمیان فاصلہ قرار نہیں دیتے تھے" تا آخر[3]

"من لا یحضرہ الفقیہ" میں اپنی اسناد کے ساتھ معاویہ ابن وہب سے اور وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: اکثر و بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ ظہر کے لئے دوپہر کی گرمی میں مؤذن پیغمبر اسلامؐ کے پیچھے آتا تھا حضرت فرماتے تھے "ابرد، ابرد" جلدی کرو جلدی کرو۔[4]

کتاب احیاء العلوم میں ہے: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نماز کے دوران کبھی یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ کوئی شخص آپ کے پاس آیا ہو یا مصلے کے کنارے بیٹھا ہو اور آپؐ نے اس کی خاطر نماز مختصر کرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہو کر نہ فرمایا ہو کہ: آیا کوئی حاجت رکھتے ہو؟ اور پھر اس کی حاجت کو رفع کرنے کے بعد آپ دوبارہ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔[5]

جعفر بن احمد قمی کی تالیف کردہ کتاب "زھد النبیؐ" میں ہے کہ رسول خدا (ص) جس وقت نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے خوفِ خدا سے آپ کے چہرے کا رنگ اڑ جاتا تھا، اور آپ کے قلب و سینہ سے ایک خائف و وحشت زدہ انسان کی مانند آوازیں سنائی دیتی تھیں[6]۔

---

[1] کافی جلد ۳ ص ۲۷۹ حدیث ٦ [2] تہذیب ج ۲ ص ۳۲ ح ۴۷ [3] تہذیب ج ۳ ص ۲۳۳ ح ۱۱۸

[4] من لا یحضرہ الفقیہ جلد ا ص ۱۴۴ ح ۲٦ [5] احیاء العلوم ج ۷ ص ۱۱۳ [6] مستدرک الوسائل ج ا ص ۲٦۳ ح ۴

نیز صاحب احیاء العلوم فرماتے ہیں: ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول خدا (ص) جس وقت نماز پڑھتے تھے تو ایک گوشہ میں پڑے ہوئے کسی کپڑے کی مانند ہو جاتے تھے۔[1]

بحار میں ہے کہ عائشہ کہتی ہیں: رسول خدا (ص) ہم سے اور ہم ان سے محو گفتگو ہوتے تھے لیکن جیسے ہی نماز کا وقت آتا تھا ایسی حالت ان پر طاری ہوتی تھی کہ گویا نہ وہ ہم کو پہچانتے تھے اور نہ ہم ان کو پہچانتے تھے۔[2]

مفید الدین طوسی کتاب مجالس میں اپنی اسناد کے ساتھ جو حضرت علی (ع) پر جا کر منتہی ہوتی ہے، روایت کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے جس وقت محمد ابن ابی بکر کو مصر کا والی (گورنر) مقرر کیا ہے ان کو ایک دستور العمل مرحمت فرمایا تھا جس کے ضمن میں تحریر فرمایا تھا: اپنے رکوع و سجود کی طرف سے خبردار رہنا، کیونکہ رسول خدا (ص) کی نماز تمام لوگوں سے زیادہ کامل ہوتی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی نماز کے اعمال (وارکان) سب سے زیادہ سبک و مختصر ہوتے تھے۔[3]" (یعنی طولانی نماز نہیں پڑھاتے تھے)

جعفریات میں اپنی اسناد کے ساتھ امام جعفر ابن محمد علیہما السلام اپنے آبائے طاہرین سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت بھی رسول خدا صلعم کو جماہی آتی تھی آپ اپنا داہنا ہاتھ دہن مبارک پر رکھ لیتے تھے۔[4] کتاب دعائم میں بھی اسی قسم کی روایت نقل ہوئی ہے۔

علل الشرائع میں اپنی اسناد کے ساتھ ھشام ابن حکم سے اور انہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے ضمن میں ہشام کہتے ہیں: میں نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی، اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم رکوع میں "سبحان ربّی العظیم وبحمدہ" لیکن سجدے میں "سبحان ربّی الاعلیٰ وبحمدہ" کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے ہشام! جس وقت رسول خدا صلعم کو معراج کی منزلوں میں لے جایا گیا اور آپ نے وہاں نماز پڑھی اور ذکر کرنا شروع کیا، اور عظمت خداوندی کا مشاہدہ فرمایا، تو ان چیزوں کو دیکھ کر آپ کے جسم مبارک کے بند بند کانپنے لگے اور آپ بے اختیار رکوع میں جھک گئے اور اس وقت آپ کی زبان پر "سبحان ربّی العظیم وبحمدہ" جاری ہوا، جب یہ کیفیت ختم ہوئی اور رکوع سے بلند ہوئے تو آپ کی نظروں نے خدائے عظیم کے اس مقام عظمت و بلندی کا مشاہدہ کیا جس سے بلند تر مقام کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو بے اختیار آپ نے اپنی پیشانی خاک پر رکھ دی اور کہا "سبحان ربّی الاعلیٰ وبحمدہ" اور اسی طرح اس ورد کی تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ جب سات مرتبہ یہ ذکر دہرا چکے تو آپ کے دل پر جو رعب طاری تھا اس میں کچھ کمی ہوئی اسی وجہ سے آپ کی امت پر بھی یہ دونوں ذکر سنت قرار دیئے گئے۔[5]

---

[1] مستدرک ج ۱ ص ۲۶۲ اور حاشیہ سنن النبی کتاب زہد النبی ص ۱۶۱   [2] مستدرک ج ۱ ص ۲۶۴ حدیث ۱۸   [3] امالی مفید ص ۱۵٦
[4] کتاب جعفریات ص ۳٦   [5] علل الشرائع جلد ۲ ص ۳۳۲ حدیث ۴

شیخ ورام ابن ابی فراس کی کتاب "تنبیہ الخواطر" میں نعمان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: رسول خدا (ص) ہمیشہ ہماری نماز کی صفیں اس طرح منظم و مرتب کرتے تھے کہ اگر درمیان سے تیر رہا کیا جاتا تو اس کا فاصلہ یہاں سے وہاں تک یکساں ہوتا بعد میں رفتہ رفتہ سب اس کے عادی ہو گئے اتفاقاً ایک روز حضور صلعم مسجد میں تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے تکبیرۃ الاحرام کہنا ہی چاہتے تھے کہ متوجہ ہوئے ایک شخص کا سینہ تمام لوگوں سے آگے نکلا ہوا ہے، آپ نے فرمایا بخدا کے بندو! اپنی صفیں مرتب کرو ورنہ تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا[1]

نیز اسی کتاب میں ابن مسعود سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول خدا (ص) ہمارے شانوں پر ہاتھ رکھتے اور ہم کو آگے پیچھے کرکے برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے منظم انداز میں کھڑے ہو ورنہ اگر کھڑے ہونے میں اختلاف ہوگا تو تمہارے دلوں میں بھی اختلاف پیدا ہو جائے گا تا آخر۔[2]

من لا یحضرہ الفقیہ میں اپنی اسناد کے ساتھ داؤد ابن حصین، ابی العباس سے اور وہ امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) ماہ رمضان کی پہلی دہائی میں معتکف ہوئے اگلے سال رمضان المبارک کی دوسری دہائی میں اعتکاف کیا لیکن اس کے بعد ہمیشہ رمضان کی آخری دہائی میں معتکف ہوا کرتے تھے۔[3]

اسی من لا یحضرہ الفقیہ میں امام صادقؑ سے ہی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جنگ بدر ماہ رمضان المبارک میں واقع ہوئی اس سال رسول خدا صلعم نے اعتکاف نہ کیا جب اگلے سال رمضان آیا تو آنحضورؐ نے دو دہائیوں میں اعتکاف کیا ایک اعتکاف اسی سال کے لئے اور ایک گزشتہ سال کی قضا کے طور پر۔[4]

کلینی نے بھی یہ روایت کافی میں نقل فرمائی ہے[5]

نیز کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ حلبی نے ابی عبداللہ امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ وآلہ) جس وقت (ماہ رمضان المبارک کی) آخری دہائی آتی تھی مسجد میں اعتکاف کرتے تھے، آپ کے لئے بال سے تیار کردہ ایک خیمہ نصب کردیا جاتا تھا اور ان ایام میں بستر اور لحاف لپیٹ دیا جاتا تھا آپ کے بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ حضور اپنی ازواج سے بھی کنارہ گیری اختیار کر لیتے تھے لیکن امام صادقؑ نے فرمایا: یہ بات صحیح نہیں ہے آپ ازواج سے کنارہ گیری نہیں فرماتے تھے۔[6]

---

[1] تنبیہ الخواطر ج ۲ ص ۹۱ ۴ [2] ایضاً ج ۲ ص ۴۹۰ [3] من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۱۲۳ حدیث ۲۰
[4] ایضاً ص ۱۲۰ حدیث ۳ [5] کافی ج ۴ ص ۱۷۵ حدیث ۲ [6] ایضاً ص ۱۷۵ حدیث ۱

قرآن کی تلاوت اور دعا کا طریقہ

تفسیر مجمع البیان میں جناب ام سلمہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں: رسول اللہ صلعم اپنی قرأت میں ایک ایک آیت پر وقف کیا کرتے تھے۔[1]

تفسیر ابوالفتوح میں ہے: پیغمبر اسلامؐ اپنے بستر خواب سے اٹھتے ہی "مسبحات" کی تلاوت کرتے تھے اور فرماتے تھے ان چند سوروں میں ایک آیت ہے جس کے فضل و مراتب ہزار آیتوں سے زیادہ ہیں۔ لوگوں نے سوال کیا "مسبحات" کون سے سورے ہیں تو آپ نے فرمایا: سورۂ حدید، حشر، صف، جمعہ اور تغابن۔[2]

یہی بات مجمع البیان میں عرباض ابن ساریہ سے بھی روایت ہوئی ہے۔[3]

ابن ابی جمہور کی تالیف کتاب "درر اللئالی" میں جناب جابر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی سوتے تھے سورۂ تبارک اور الم تنزیل ضرور پڑھتے تھے۔[4]

مجمع البیان میں روایت ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: رسول خداؐ کو سورۂ

---

[1] تفسیر مجمع البیان ج۱۰ ص ۳۷۸ [2] تفسیر ابوالفتوح ج۱۱ ص ۳

[3] تفسیر مجمع البیان ج۹ ص ۲۲ [4] مجمع البیان ج۸ ص ۳۲۵

"سبّح اسم ربّك الاعلیٰ" بہت پسند تھی اور وہ پہلی فرد جس نے "سبحان ربّی الاعلیٰ" کہا بے شک میکائیل تھے[1]

اس روایت کو علامہ مجلسی نے بحار کی ابتدائی حدیث میں[2] در منثور[3] سے نقل کیا ہے ان کتابوں میں رسول اللہ صلعم قرآن پڑھتے وقت یا مخصوص سوروں اور آیتوں کی تلاوت کرتے وقت جو دعائیں پڑھا کرتے تھے ان سے متعلق روایتیں موجود ہیں اگر کوئی مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو جہاں اس قسم کی روایتیں بیان کی گئی ہیں ان کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

حضور صلعم کے ایسے خطبے اور بیانات موجود ہیں جن میں قرآن سے تمسک کا حکم اس پر غور و فکر کی ترغیب اور اس کتاب ہدایت و نور سے ہدایت و روشنی حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور خود آنحضرتؐ جن چیزوں کا دوسروں کو حکم دیتے تھے بطریق اولیٰ ان پر عمل بھی فرماتے تھے امور خیر میں سب سے آگے اور سب پر سبقت و برتری رکھتے تھے، آپ ہی فرمایا کرتے تھے، سورۂ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا[4] البتہ اس سے حضرتؐ کا مقصود قرآن کی آیت "فاستقم کما امرت" ہے۔

ابن مسعود نے بھی تقریباً اسی مضمون کی روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ کو حکم دیا کہ قرآن کا ایک حصہ تلاوت کروں، میں نے سورۂ یونس کی چند آیتیں آپ کے سامنے پڑھیں یہاں تک کہ آیت: "وردّوا الی اللہ مولیٰھم الحق" تا آخر تلاوت کی میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی ہیں۔[5]

روزہ کے آداب و سنن

صاحب من لا یحضرہ الفقیہ اپنی اسناد کے ساتھ محمد ابن مروان سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں نے سنا ہے امام صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) ایک دفعہ اس قدر پے درپے روزے رکھتے کہ لوگ کہتے تھے، حضرتؐ اب روزہ ترک نہیں کریں گے اور ایک دفعہ اس طرح مسلسل روزے ترک کرتے کہ لوگ کہتے تھے: اب آنحضرتؐ روزہ نہیں رکھیں گے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز ترک کرتے،

---

[1] تفسیر مجمع البیان ج ۱۰ ص ۴۷۳ [2] بحار ج ۹۲ ص ۳۲۲ [3] در منثور ج ۶ ص ۳۳۱

[4] در منثور ج ۶ ص ۳۲۰ [5] سورہ یونس / ۳۰

بعض اوقات صرف دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھتے تھے، یہاں تک کہ وہ بھی نوبت آئی کہ آپ ہر ماہ محض تین روز یعنی مہینہ کے پہلے پنجشنبہ، درمیانی چہارشنبہ اور آخری پنجشنبہ کو روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے: اگر کوئی ایسا کرے تو اس کی مثال اس شخص کی ہے جس نے تمام عمر روزہ رکھا ہو، اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، میرے پدر بزرگوار بارہا فرمایا کرتے تھے، خدا کی نگاہ میں کوئی بھی اس شخص سے زیادہ دشمنی اور غضب کا مستحق نہیں ہے کہ جس سے جب کہا جائے کہ رسول خدا صلعم ایسا ایسا کرتے تھے مثلاً وہ زیادہ روزہ نہیں رکھتے تھے تم کیوں اتنا زیادہ روزہ رکھتے ہو، کیوں اتنی زیادہ نماز پڑھتے ہو اور وہ جواب میں کہے: کہ خدا مجھ پر زیادہ نماز پڑھنے اور زیادہ روزہ رکھنے سے عذاب نہیں کرے گا، کیونکہ اس کی گفتگو کا مطلب یہ ہوا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے زیادہ عبادت نہیں کر سکتے تھے۔[1]

کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن مسلم امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) کا اوائل بعثت میں روزہ رکھنے کا انداز یہ تھا کہ کبھی پے در پے اس قدر زیادہ روزے رکھتے کہ لوگ کہتے تھے کہ آپ کا کوئی دن روزے کے بغیر بسر نہیں ہوتا اور کبھی ایک مدت تک اتنے دنوں روزہ چھوڑ دیتے کہ لوگ کہتے اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے، اس کے بعد آپ نے یہ طریقہ ترک کر دیا اور ایک مدت تک ایک روز ناغہ کر کے روزہ رکھتے رہے، جیسا کہ حضرت داؤدؑ کے روزہ رکھنے کا بھی یہی طریقہ تھا، پھر ایک مدت کے بعد آپ نے یہ طریقہ بھی ترک کر دیا اور مہینہ میں تین روز جن کو "ایام البیض" کہتے ہیں روزہ رکھتے تھے۔ پھر آخر میں یہ طریقہ بھی ترک کر دیا اور تین روزے جو ایام البیض میں رکھا کرتے تھے مہینہ کی دہائیوں میں تقسیم کرتے ہوئے پہلی دہائی میں پنجشنبہ کو دوسری دہائی میں چہارشنبہ کو اور تیسری دہائی میں پنجشنبہ کو روزہ رکھتے تھے، چنانچہ تاحیات آپ کا یہی معمول بن گیا تھا۔[2]

نیز کافی میں ہی اپنی اسناد کے ساتھ عنبسہ عابد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے اس عالم میں رحلت فرمائی کہ روزہ رکھنے کے سلسلہ میں آپ کا معمول یہ تھا کہ

---

[1] من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۴۸ [2] کافی ج ۴ ص ۹۰ حدیث ۲

کہ ماہ شعبان ماہ رمضان (میں پورے ماہ کے روزے) اور بقیہ ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے[1]

احمد بن محمد ابن عیسیٰ کی کتاب "نوادر" میں علی ابن نعمان سے اور وہ زرعہ سے اور وہ سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا: آیا رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) ماہ شعبان میں بھی روزہ رکھتے تھے؟ حضرت نے فرمایا، ہاں لیکن پورے ماہ روزہ نہیں رکھتے تھے، میں نے پوچھا کہ کتنے دن روزہ نہیں رکھتے تھے؟ فرمایا، پورے ماہ کا روزہ نہیں رکھتے تھے، میں نے تین مرتبہ اپنا سوال دہرایا اور حضرت نے جواب میں اس سے زیادہ نہ فرمایا، اس کے بعد اگلے سال میں نے یہی سوال امام سے کیا اور آپ نے وہی جواب دیا، تا آخر[2]

مکارم الاخلاق میں انس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غذا کی صورت میں ایک شربت سے افطار فرماتے تھے اور وہ مشروب جو سحر میں نوش فرماتے تھے دودھ یا زیادہ تر پانی ہوتا تھا جس میں روٹی کے ٹکڑے گھلے ہوئے ہوتے تھے۔ تا آخر[3]

کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ ابن قداح امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) جن دنوں روزے رکھتے تھے سب سے پہلے تازہ کھجور یا سوکھے خرمے سے افطار فرماتے تھے۔[4]

کافی میں ہی اپنی اسناد کے ساتھ سکونی امام جعفر صادق اور وہ اپنے پدر بزرگوار (علیہما السلام) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) جب روزہ رکھتے اور شیرینی میسر نہ آتی تو پانی سے افطار فرماتے یا پھر بعض روایات کے مطابق کشمش سے افطار کرتے تھے۔[5]

مقنعہ شیخ مفید میں آل محمد علیہم السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے: روزہ دار کے لئے سحری کرنا مستحب ہے چاہے پانی سے ہی کیوں نہ ہو، اور روایت میں ہے کہ بہترین سحری خرما اور قاووت (چنے کے بیسن سے بنا ایک قسم کا حلوا) ہے کیونکہ پیغمبر اسلام صلوات اللہ علیہ سحر میں یہ دونوں چیزیں استعمال فرماتے تھے۔[6] البتہ کچھ سنتیں خود پیغمبر اسلامؐ سے مخصوص تھیں منجملہ ان کے روزۂ وصال ہے یعنی ایک سے زیادہ روزے پے در پے اس طور پر رکھنا کہ ان کے

---

[1] کافی ج ۴ ص ۹۱ حدیث ۷ [2] وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۳۶۸ [3] مکارم الاخلاق ص ۳۲
[4] کافی ج ۴ ص ۱۵۳ حدیث ۵ [5] کافی جلد ۴ ص ۱۵۲ حدیث ۱ [6] مقنعہ مفید ص ۵۰

درمیان افطار نہ کیا گیا ہو۔ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے خود ایسے روزے رکھے ہیں لیکن امت کو اس سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے: تمہارے اندر اس کی قوت نہیں ہے، اور اگر تم دیکھتے ہو کہ میں روزۂ وصال رکھتا ہوں اور چند روز پے در پے افطار و سحر کے بغیر رہتا ہوں تو یہ اس لئے ہے کہ خدائے تعالیٰ مجھے اپنی آسمانی غذا سے سیر کر دیتا ہے اور اپنی بہشت کے مشروبات سے سیراب کر دیتا ہے[۱]

"مکارم الاخلاق" میں خود رسول اسلامؐ سے روایت ہے کہ آپ بیشتر اوقات تمام غذاؤں سے زیادہ ہریسہ (سبزی اور گوشت سے مخلوط غذا) خاص طور پر سحر میں نوش فرماتے تھے۔[۲]

"من لا یحضرہ الفقیہ" میں ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت ماہ رمضان آجاتا تھا تمام جنگی اسیروں کو آزاد اور تمام سائلوں کی حاجتیں پوری کرتے تھے[۳]

"دعائم الاسلام" میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رمضان کی آخری دہائی میں مکمل طور سے اپنا لحاف اور توشک لپیٹ دیتے تھے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے اور تیئسویں شب میں اپنے تمام اہل خانہ کو بیدار رکھتے تھے، اور اس شب میں سونے والوں کے چہروں پر پانی چھڑکتے تھے تاکہ ان کی نیندیں اڑ جائیں، اسی طرح فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے اہل خانہ میں سے کسی کو اس شب میں سونے نہیں دیتی تھیں اور ان پر نیند کا غلبہ نہ ہو اس کے لئے ان کو کم کھانا دیتی تھیں اور دن سے ہی اس شب میں "شب زندہ داری" کے لئے خود کو تیار کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ "محروم ہے وہ شخص جو اس شب کی خیرات سے استفادہ نہ کرے"[۴]

مقنعہ میں روایت ہے: عید قربان (بقرعید) کے افطار میں سنت یہ ہے کہ نماز کے بعد افطار کیا جائے اور عید فطر کے دن نماز سے قبل افطار کیا جائے[۵]

یہاں ہم نے پیغمبر اسلامؐ کے وہ مخصوص آداب و سنن ذکر کئے ہیں جو شیعہ و سنی کتابوں اور روایتوں سے ماخوذ ہیں البتہ آیات الٰہیہ سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے اور ان میں سے کسی ایک سیرت کی قرآن کریم نے نفی یا انکار نہیں کیا ہے۔

اور خداوند عالم بہترین راہنما ہے۔

---

[۱] تہذیب ج ۴ ص ۳۰۷ با تفاوت [۲] مکارم اخلاق ص ۲۹ [۳] من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۶۱ حدیث ۱
[۴] دعائم الاسلام جلد ۱ ص ۲۸۹، علی ما فی سنۃ ص ۲۹۶ [۵] مقنعہ ص ۲۶، علی ما فی سنۃ ص ۲۹۷